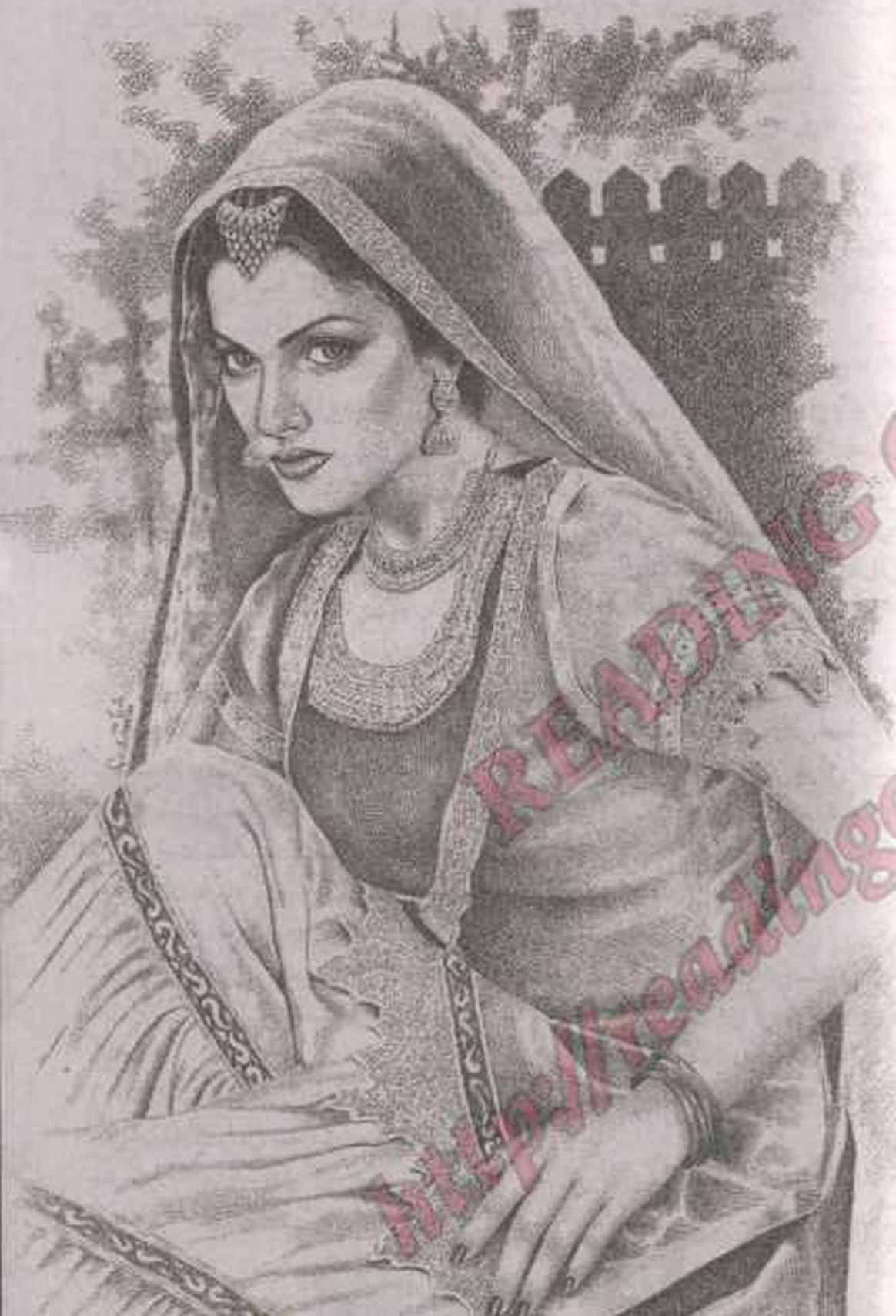

لبنیٰ جبیں

# حصارِ دعا

وہ گھر، ماں باپ اور دولت سب کچھ چھوڑ آیا۔ وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے نڈھال ہو کے جگہ جگہ لاوارثوں کی طرح پڑا رہنا چاہتا تھا۔ وہ خود کو فنا کرنا چاہتا تھا۔ وہ دعا کی طرح مٹی ہو جانا چاہتا تھا۔ اس مٹی میں ہی رُل جانا چاہتا تھا۔ جس میں وہ اپنی دعا کو اپنے ہاتھوں سے دفن کر چکا تھا۔

اس کا ہارا ہوا وجود تھا اور ایک ایسا سفر تھا جس کی کوئی منزل نہ تھی اور نہ ہی کچھ حاصل۔ بے سمت راستوں کا راہی بن گیا۔ جھلسا دینے والی دھوپ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک فائرنگ شروع ہو گئی اور ہر طرف بھگدڑ مچ گئی۔ اس نے کوئی پروانہ کی کہ اب اسے اس زندگی کی خواہش ہی کب تھی۔

پھر نجانے کیسے اس نڈھال وجود میں اتنی طاقت آگئی کہ اس نے بھاگتے ہوئے ایک حملہ آور کو پکڑ لیا۔ پولیس بھی وہاں پہنچ گئی اور انہیں گرفتار کر لیا۔ سیٹھ ارمغانی نے اس کا شکریہ ادا کیا مگر وہ نقاہت سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ فوراً اسپتال پہنچایا گیا۔

شام کو سیٹھ ارمغانی اسے دیکھنے اسپتال آئے تو اس کے متعلق جاننا چاہا مگر اس کے لب چپ کے قفل نہ توڑ سکے۔

"تم بتاؤ زین! میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟" انہوں نے اپنا سوال دہرایا۔

پہلی بار اس نے منہ کھولا کہ اسے ایک وقت کا پیٹ بھرنے کے لیے نوکری چاہیے۔ سیٹھ ارمغانی نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔ وہ ایک ہی دفعہ نہیں مرنا چاہتا تھا بلکہ قطرہ قطرہ زہر اپنے وجود میں اتارنا چاہتا تھا۔ اپنے ہی وجود پہ سانسیں تنگ کرنا چاہتا تھا۔

رات وہ ایک ہوٹل پر روکھی سوکھی کھا کر بان کی ننگی چارپائی پر لیٹ جاتا۔ تب دعا حساب کتاب لیے آجاتی۔ وہ اسے اپنی مجبوریوں کی داستان سناتا مگر ہر روز وہ اس سے ناراض چلی جاتی اور بان کی چارپائی کانٹوں کا بستر بن جاتی۔ اس کے نوکیلے کانٹے ساری رات اس کے وجود کو لہولہو کرتے اور وہ روتے روتے سوچتا نجانے کب نیند اسے اس اذیت سے چھٹکارا دلائے گی۔ مگر

READING CORNER
http://readingcorner.com

سوتے ہی ماضی بھیانک انداز میں سامنے آجاتا تھا۔ ایک ایک جملہ' ایک ایک مرحلہ' ایک ایک لمحہ حساب لیتا تھا۔ ماضی۔۔۔ اے میرے ماضی۔۔۔ مجھے اپنی اذیت سے آزاد کردے۔۔۔ میرا دامن چھوڑ دے۔۔۔ وہ چلاتا مگر بے سود۔۔۔

☼ ☼ ☼

وہ بھی روایتی سی کہانی کا روایتی کردار تھا۔ سوتیلے رشتوں کی آگ میں جلتا رہا۔ وہ اس آگ کو بھڑکانا نہیں چاہتا تھا مگر وہ کب تک اس آگ پر پانی ڈال ڈال کر بجھاتا۔ وہ تنہا اس آگ کو نہیں بجھا سکتا تھا۔

سکندر ہمیشہ اس سے مقابلے پر رہتا تھا۔ سوتیلی ماں نے قدم قدم پر اپنا زہریلا رنگ دکھا کر ثابت کردیا کہ وہ زین کی سوتیلی ماں تھیں۔ جن کی وجہ سے اس کی اماں تڑپ تڑپ کر قبر میں اتر گئیں۔

زین نے ایک ایک دن اذیت میں کاٹا۔ کوئی من پسند چیز اس کے ہاتھ میں سکندر نہ رہنے دیتا۔ وہ اس کا جھکا سر دیکھ کر فاتحانہ انداز میں قہقہے لگاتا تو زین کا دل چاہتا کہ وہاں سے بھاگ جائے مگر کہاں۔۔۔ جان نہ پاتا۔ لیکن اب کے وہ جو چھیننا چاہتا تھا' وہ زین کی متاع حیات تھی۔ اس کے لیے اس نے لڑنے کا ارادہ کرلیا۔

"زین! میں نے کتنی دفعہ کہا ہے کہ میرے راستے سے ہٹ جاؤ ورنہ کچلے جاؤ گے۔" سکندر بدلحاظی سے اس کے سامنے آکے بولا۔

زین حیرت سے اسے دیکھنے لگا اس نے کسی اور کی محبت میں خود دعا سے منگنی ختم کی تھی۔ لیکن یہ جاننے کے بعد کہ دعا اور زین ایک دوسرے سے شادی کرنے کے خواہش مند ہیں تو سکندر کے دل میں نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ جیسے زین نے جبراً ان دونوں کو جدا کیا ہو۔

دعا تو نجانے کب سے زین کی محبت میں گرفتار تھی' لیکن ماں کے فیصلے کو دل سے تسلیم کرتے ہوئے سکندر کے لیے رضامندی دے دی تھی۔ اب جب رب نے ان دونوں کو نوازدیا تھا تو کیسے منہ موڑ لیتے۔۔۔ لیکن اب سکندر اس بگڑے بچے کی طرح ہوگیا تھا جو اپنا پھینکا ہوا کھلونا کسی کے ہاتھ میں دیکھ کر چھین لیتا ہے۔

"جاؤ۔۔۔ چلے جاؤ یہاں سے۔ دعا کوئی میرے نام کی جانے والی جائیداد نہیں ہے جو تم پہ قربان کردوں۔" زین نے سختی سے کہا تو وہ چٹخ اٹھا۔

"تم جانتے نہیں ہو زین مجھے۔۔۔ میں چھین لیتا ہوں۔۔۔ مجھ سے مت ٹکراؤ' کرچی کرچی ہوکے یوں بکھرو گے کہ ساری عمر سمٹنے میں گزر جائے گی۔ یہ ریت کے گھروندے سمندر کی لہروں کا مقابلہ نہیں کرسکتے زین ابتسام!" وہ اس کے سامنے آکے بولا۔ اس کا انداز گفتگو ہمیشہ سے جارحانہ تھا۔ زین البتہ بہت محتاط رہتا تھا۔

ان کے درمیان زر کا مسئلہ تھا اور نہ زمین سا بھی تھی کہ بانٹے سکندر اور زین کے حصے کی جائیداد ان کے نام کردی تھی۔ اماں کو اعتراض تو ہوا مگر وہ کچھ نہ کرسکیں۔ وجہ وزن وجہ فساد بنے چلا تھا۔

"یہ کھٹیا پن کی انتہا ہے سکندر۔۔۔ میری اور اس کی شادی ہونے والی ہے۔" یہ وہ واحد مقام تھا جہاں زین نے بھی ہتھیار اٹھا لیے تھے۔ حالانکہ وہ اس مزاج کا نہ تھا۔

"وہ بہت بڑی غلطی کررہی ہے۔۔۔ تم میں ہے ہی کیا پسند کیے جانے والا۔۔۔ ایک بزدل اور ڈرپوک شخص۔ دیکھ لینا زین ابتسام! میں اس بار بھی تم سے وہ چھین لوں گا جو تمہیں چاہیے۔" سکندر نے اس کی صلح جو فطرت کا تمسخر اڑایا۔

زین چپ چاپ وہاں سے نکل گیا' سکندر کا قہقہہ دور تک اس کا پیچھا کرتا رہا۔

اور اگلے دن روتے ہوئے دعا اس کے پاس آئی اور اچانک ہی اس کے ساتھ آن لگی حالانکہ دونوں کے درمیان محبت ہونے کے باوجود ایک حد تھی۔

"دعا۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔۔۔ پلیز بتاؤ ہوا کیا ہے۔" وہ گھبرا گیا۔

"زین! اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ پلیز۔۔۔ مجھے لگتا ہے تم سب کچھ بھول گئے ہو۔ سکندر کی فطرت' اس



کی کمینگی تمہیں کچھ یاد نہیں ہے۔" اس کا نازک سا وجود زین کے بازوؤں میں ہلکے ہلکے کانپ رہا تھا۔

"سکندر کو دیکھو۔ وہ کتنی ذلالت پر اتر آیا ہے۔"

"دعا۔۔۔ تم پلیز اسے اگنور کردیا کرو۔ اس کے منہ بالکل نہ لگنا کرنے دو اسے بکواس۔ جلد ہی نکاح کرلوں گا۔ پلیز اس وقت اس سے قطعاً" مقابلہ کرنے کی کوشش نہ کرنا میری خاطر۔" اس نے سمجھانا چاہا۔

"زین! وہ بہت تنگ کرتا ہے۔" اس کی بھیگی بھیگی آواز زین کو تڑپا گئی۔

"تھوڑی برداشت کا مظاہرہ کرو میری خاطر۔ ہم شادی کے فوراً" بعد اسلام آباد شفٹ ہوجائیں گے۔" وہ اسے کرسی پہ بٹھاتے ہوئے بولا۔

"اور کوشش کرنا کہ تمہارا اس سے سامنا نہ ہو' کیونکہ انسان انسانیت کی حدوں سے نکل جاتا ہے تو وہ انسان نہیں رہتا اور نہ ہی اس کے نزدیک رشتوں کی کوئی اہمیت رہتی ہے۔"

"تو پھر۔۔۔ کیا ہوگا زین؟" آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو روکتے ہوئے پوچھا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ تم پریشان نہ ہو۔۔۔ چلو آؤ۔۔۔ میں تمہیں چھوڑ آؤں۔ اندھیرا ہونے والا ہے۔" جونہی وہ کمرے سے نکلے' سکندر نے راستہ روک لیا۔

"اوہ۔۔۔ آج تو بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔" وہ دعا کے گرد چکر لگاتے ہوئے خباثت سے مسکرایا۔

"چلو دعا۔۔۔" زین اسے لے کے آگے بڑھنے لگا تو پھر وہ سامنے آگیا۔ زین نے دعا کا ہاتھ پکڑ لیا کہ وہ ڈر رہی تھی۔ وہ حریص نظروں سے دعا کو دیکھنے لگا۔

"سکندر! اتنا مت گرو کہ سنبھلنا مشکل ہوجائے۔"

"کتنی شرافت سے میں تم سے دعا کو مانگ رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو۔۔۔" وہ بے غیرتی کی آخری حدوں پر تھا۔

"تم بھائی کی خاطر اتنی سی قربانی نہیں دے سکتے۔ بھائی پر ایک لڑکی کو ترجیح دے رہے ہو۔ کیا یہی تمہاری اماں نے سکھایا ہے۔" وہ جانتا تھا کہ ماں کے نام لیتے ہی وہ بھڑک اٹھتا تھا۔

"انہوں نے مجھے جو سکھایا ہے' اسی وجہ سے میں اب تک تمہیں برداشت کررہا ہوں۔" زین نے دعا کا ہاتھ تھاما اور جلدی سے وہاں سے نکل گیا۔

"دعا پلیز۔ خود کو سنبھالو۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"تمہیں یقین ہے کہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ یہ جانور ہے۔ وحشی درندہ ہے۔ یہ کچھ بھی کرسکتا ہے' کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔" وہ روئے جارہی تھی۔

"اچھا میں تائی اماں سے بات کرتا ہوں تاکہ کم از کم نکاح پہلے ہوجائے۔ اس کے بعد وہ کچھ نہیں کرسکے گا۔" زین نے کہا۔ تو وہ چپ ہوگئی۔

اسی شام زین نے ابتسام انیس سے تمام حالات گوش گزار کیے۔ وہ پریشان ہوگئے۔ حرکتیں تو وہ بھی اس کی دیکھ رہے تھے۔ انتہائی بدلحاظ اور بدتمیز ہوگیا تھا۔ ان سے بھی بدتمیزی کرجاتا۔

زین نے انہیں اس بات پہ رضامند کرلیا کہ اس کے نوکس میں لائے بغیر وہ دونوں نکاح کرلیں اور رخصتی کے بعد وہ دونوں ملک ہی چھوڑ جائیں گے۔ انہوں نے اسی وقت ہی امریکا فون ملایا اور بھائی جان سے بات کی۔

خفیہ طور پہ سب طے کیا گیا اور تین دنوں کے اندر ہی نکاح ہوگیا۔ بھائی جان نے ایک ہفتے کے اندر آنے کا وعدہ کیا۔

"ابو۔۔۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھول پاؤں گا۔ آپ کی وجہ سے مجھے زندگی میں پہلی خوشی ملی ہے۔" اس نے نہ چاہتے ہوئے بھی باپ سے شکوہ کرہی ڈالا۔

"بہت شرمندہ ہوں تم سے میرے بچے۔۔۔ مجھے معاف کردو۔ میں۔۔۔ اپنی ناانصافی کی سزا سکندر کی صورت بھگت رہا ہوں۔" انہوں نے سر جھکا کر کہا۔

زین خاموش ہوگیا۔

☼ ☼ ☼

اس پر نظر ڈالنے سے پہلے وہ اس رب کے سامنے جھک گیا جس نے یوں نوازا تھا کہ پورا وجود ایک ترنگ میں آگیا تھا۔

وہ خواب آنکھوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامے اسے دیکھ رہا تھا۔ سرخ خوب صورت جوڑے میں وہ زین کے جذبوں کی طرح دہک رہی تھی۔

عجب سرور کی سی کیفیت تھی۔ اتنی آسانی سے محبت مل گئی۔ زندگی اس قدر خوب صورت ہو گئی۔

جذبات سے بوجھل ہو کر زین نے اس کا ہاتھ تھاما ہی تھا کہ کمرے کا دروازہ دھڑ دھڑ بجنے لگا۔ باہر ایک شور سا مچ گیا تھا۔ زین گھبرا گیا۔

دعا فوراً بیڈ سے اٹھی۔

"کون۔۔۔" زین نے دروازہ کھولتے ہوئے پوچھا تو سامنے سکندر کے ساتھ چہرے ڈھانپے تین بندے تھے، جو اسے دھکا دیتے ہوئے اندر آگئے۔ زین کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ مل سکا انہوں نے زین کو پکڑ لیا۔

"سکندر۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ سکندر خدا کے لیے۔۔۔ رک جاؤ۔" زین دھاڑ رہا تھا مگر اتنی دیر میں شیطان اپنا کھیل کھیل چکے تھے۔

لمحوں میں سکندر نے تیزاب کی پوری بوتل دعا پہ انڈیل دی تھی۔

"کہا تھا تمہیں کہ یہ سرخ جوڑا نہیں پہنے گی۔ تم نہیں سمجھے میری بات۔۔۔ تمہاری وجہ سے اس کی زندگی گئی۔"

وہ اپنا مکروہ کھیل کھیل کر تیزی سے نکل گئے۔ وہ چیخ رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی۔

زین خود کو چھڑانے میں ناکام ہو گیا تو تڑپ تڑپ کر رونے لگا تھا۔

چھوٹی ماں بے ہوش ہو کر گر گئیں۔ ابا جان یوں بے بسی سے بیٹھے تھے کہ جیسے فریاد کر رہے ہوں اللہ کے نام پر۔۔۔ میرا گھر۔۔۔ میرے بچے۔۔۔ میری دعا۔۔۔ اللہ اے اللہ۔۔۔

وہ شیطان اپنا کام کر کے بھاگ گئے تو زین دعا کو بازوؤں میں اٹھا کر پاگلوں کی طرح اسپتال پہنچا مگر وہ چلی گئی۔ کوئی بھی شکوہ گلہ کیے بغیر۔

ایک طوفان زین کی زندگی میں آیا اور ایک قیامت تائی اماں کے اوپر ٹوٹی تھی۔ اکلوتی اولاد کی موت قیامت سے کم تھی؟

زین چپ چاپ دعا کو دیکھے جا رہا تھا۔ جس کا چہرہ تو سامنے نہ تھا مگر ایک سفید چادر میں اس کے ہونے کا احساس تھا۔

اس ظالم نے زین سے اس کی دعا کو آخر چھین ہی لیا تھا۔ وہ نڈھال ہو کر گر گیا۔ چھوٹی ماں آگے بڑھیں تو اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا۔ ابو نے صرف بے بسی سے دیکھا۔ سب کچھ تو انہیں کا لٹا تھا۔

اگلے دن پولیس نے مختلف جگہوں پر چھاپے مار کر سکندر کو ایک دوست کے گھر سے گرفتار کر لیا۔

☼ ☼ ☼

وقت نے تو بہر حال گزرنا تھا۔ وہ کیا جانے کہ کس کا کیا کیا لٹ گیا تھا۔

طوفان آکر گزر گیا۔ پیچھے کیا تباہی ہوئی۔ کس کس کا جہان لٹ گیا۔ کون بین کر رہا تھا۔ کس کی ممتا تڑپ رہی تھی۔ دکھ، درد۔۔۔ مایوسی۔۔۔ حزن و ملال اور اداسی کے اس کھیل میں وقت نے اپنی دوڑ لگائی ہوئی تھی۔ آنسو آنکھوں سے رواں تھے اور وقت اپنی رفتار کے گھوڑے دوڑا رہا تھا۔

ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔ بارہ۔۔۔ چوبیس۔۔۔ اور پھر چالیسواں۔۔۔ دنیا والوں نے اپنی ساری رسومات ختم کر دیں۔

ابا جان نے اپنی واپسی کی فلائٹ بک کروالی۔ اس بار بھی وہ تنہا ہی جا رہے تھے۔ زین ان کی طرف آگیا۔

"ابا جان۔۔۔!"

"ہوں۔۔۔" ان کی آواز کا بھیگا پن زین سے چھپا نہ رہا۔

"ابا جان! آپ واپس جا رہے ہیں؟"

"اب یہاں میرے لیے بچا ہی کیا ہے۔" وہ ہارے ہوئے لہجے میں بولے۔

"تائی اماں بالکل تنہا ہو گئی ہیں۔۔۔ کیسے رہیں گی وہ اب۔۔۔ کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں جا سکتیں۔۔۔؟"

"نہیں۔۔۔ جب تک اس احساس گناہ سے آزاد نہیں ہو جاتا کہ میری وجہ سے ایک آباد گھر اجڑا تھا۔ ایک معصوم دودھ پیتی بچی کو ماں کی ممتا سے میری وجہ سے دور ہونا پڑا۔" وہ چلا اٹھے۔

"معاف تمہیں کر سکتے کیا آپ۔۔۔ دکھ کی اس گھڑی میں ایک دوسرے کے دکھ کے ساتھی بن جائیں۔ تکلیف کا احساس کم ہو جائے گا۔"

"نہیں زین۔۔۔ ہم دونوں کبھی ایک نہیں ہو سکتے، اس بات کا اندازہ مجھے دعا کی پیدائش کے کچھ دن پہلے ہی ہو گیا تھا۔ میں نے اس سے دھوکا کھایا تھا۔ وہ جھوٹ کے ساتھ میری زندگی میں آئی تھی، صرف دولت کی ہوس میں۔۔۔ ممتا جیسے جذبے کی تذلیل کر کے۔۔۔ میں نے اسے دولت دے دی۔ اس سے زیادہ کی نہ اس کی خواہش تھی اور نہ طلب۔۔۔ اگر مجھے پہلے علم ہو جاتا تو میں اولاد جیسی نعمت کبھی اس کی گود میں نہ ڈالتا۔ دیکھ لیا تم نے۔۔۔ کیا ہوا میری اولاد کا انجام۔۔۔ دیکھا تم نے۔۔۔ بد قسمت عورت۔۔۔ خود بھی نامرادی اور مجھے بھی بے سکون رکھا۔ کاٹ لے اب اس اذیت بھری زندگی کو۔" وہ سختی سے بولے، پھر رکے نہیں۔

ابا جان کے جانے کے بعد وہ ان کی طرف آیا تو وہ تنہا بیٹھی گہری سوچوں میں گم تھیں۔

"تائی اماں۔۔۔ بہت شرمندہ ہوں آپ سے۔ آپ کی بیٹی کی حفاظت نہیں کر سکا۔ اس درندے کو پہچانتے ہوئے بھی اس کا اعتبار کر بیٹھا۔" وہ ان کا ہاتھ تھام کر رو پڑا۔

"زین۔۔۔ میرے بچے۔۔۔ میرے رب نے۔۔۔ تو کیا جانے، کس پکڑ میں مجھے یہ سزا دی ہے۔ نہ تیرا قصور تھا۔ نہ میری بچی دعا کا۔ قصور وار تو صرف میں تھی۔۔۔ یہ میری سزا ہے۔ اللہ تیرے زخم کا مداوا کرے۔ میرے زخموں کا کوئی مرہم نہیں ہے۔ میں


بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت۔/120 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے، اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں کراچی میں باقی شہروں کی طرح ایک بوتل کی قیمت صرف 120/- روپے ہے دوسرے شہروں سے آنے والے پی آر پیکنگ اور ڈاک خرچ سے متعلق مزید معلومات کے لئے ہمارے آفس سے رابطہ کریں۔

2 ہفتوں کے لئے ..... 300/- روپے
3 ہفتوں کے لئے ..... 400/- روپے
6 ہفتوں کے لئے ..... 800/- روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

**منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ**

بیوٹی بکس، 53۔ اے، گلبرگ مارکیٹ نیکسٹ ظفر، نگاہ بلڈنگ بلوچ کالونی، کراچی
مستند خالص اور اعلیٰ حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں
بیوٹی بکس، 53۔ اے، گلبرگ مارکیٹ نیکسٹ ظفر، نگاہ بلڈنگ بلوچ کالونی، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ۔ 37۔ اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

نے خود اپنی دعا ٹھکرا دی تھی پھر کیسے توقع کرتی کہ رب پھر مجھے نوازدے گا۔"

وہ کھوئی کھوئی بول رہی تھیں۔ دعا ان کی اکلوتی اولاد تھی۔ اس کی موت اور موت بھی ایسی کہ ایک زمانہ رو دے۔ ماں دیوانی نہ ہوتی تو کیا ہوتی۔

ہر نیوز چینل پر اس کی خبر چلی تھی۔ اعلا حکام نے بھی اس خبر کا نوٹس لے لیا تھا۔ اس کا مقدمہ سپیڈی کورٹ میں چلائے جانے کا حکم تھا۔

☆ ☆ ☆

زین کے اندر عجیب سی وحشت نے بسیرے ڈال دیے تھے۔ ابا جان صدیوں کے مریض بن گئے۔ چھوٹی ماں اس سے نظریں نہیں ملاتی تھیں۔ وہ خود بھی فاصلے پر رہتا تھا۔ وہ کسی کمزور لمحے کی گرفت میں آکر دعا سے محرومی نہیں ہونا چاہتا تھا۔

وقت گزر رہا تھا۔ وہ ہر تاریخ پر عدالت جاتا۔ ہر بار سکندر کا پیغام ملتا کہ ایک بار زین اس سے مل لے مگر اب وہ اس پر اعتبار نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اگرچہ اب اس کے پاس کھونے کو کچھ نہ بچا تھا مگر دعا کی —— موت کا وہ بدلہ ضرور لینا چاہتا تھا۔

چھ ماہ کے اندر مقدمہ اپنے انجام کو پہنچا اور سکندر کو سزائے موت کا حکم ہوا۔

اب اس کی زندگی کی آخری امید زین تھا۔ ہر طرف سے اس کی اپیل مسترد ہو چکی تھی۔ صدر نے بھی سزا کا حکم بحال رکھا۔ جس صبح اسے پھانسی ہونی تھی۔ اس رات چھوٹی ماں جھولی پھیلائے اس کے سامنے آئیں۔

"زین —— جھولی پھیلا کر تم سے اپنے بیٹے کی زندگی کی بھیک مانگنے آئی ہوں۔ میں جانتی ہوں اس کا جرم ناقابل معافی ہے مگر میں ماں ہوں۔ میرا دل کٹ رہا ہے۔ میرے کلیجے پر چھریاں چل رہی ہیں۔"

"وہ بھی تو ماں ہی تھی جس نے اپنی بیٹی کو کتنے ارمانوں کے ساتھ سرخ جوڑے میں رخصت کیا تھا۔ اس کی اذیت کا اندازہ ہے آپ کو۔ کوئی ازالہ ہے اس کے دکھوں کا؟" وہ زخمی نظروں سے دیکھ کر رہ گئیں۔

"یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر آپ میں ہمت ہے تو اس ماں سے جا کر بھیک مانگیں، جس نے سہاگ کے جوڑے میں اپنی بیٹی کا جھلسا ہوا وجود دیکھا ہے۔ میں جانتا تھا کہ میں بہت کمزور انسان ہوں۔ رشتوں کے چنگل میں پھنس کر کمزور پڑ جاؤں گا تو وہ کم از کم اپنی بیٹی کا مسخ چہرہ نہیں بھولیں گی۔"

چھوٹی ماں مایوس لوٹ گئیں۔

وہ رات بہت بھاری تھی۔ وقت لمحہ لمحہ بھڑکتی آگ کی مانند اسے جھلسا جھلسا کر گزر رہا تھا۔ وہ رات بہت طویل تھی۔ گزر کے نہ دے رہی تھی۔

ابا جان —— چھوٹی ماں اور زین ابتسام پر قیامت کا وقت تھا۔

فجر کی اذان کی آواز کانوں میں گونجی تو چھوٹی ماں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

ماں کی فریادیں آسمانوں کو چھونے لگیں۔ ان کی چیخیں زین کے دل میں لگ رہی تھیں۔

زین بے چین ہو کر گھر سے نکل آیا۔

آنسوؤں رواں ہوئے کہ اسے لگا وہ ان میں بہہ جائے گا۔ کاش وہ بوڑھے ماں باپ کو اس کھو دینے کی اذیت سے بچا لیتا، جس سے وہ گزرا تھا۔

بہت دیر بعد پتا نہیں کہاں کہاں گھوم کر وہ مردہ قدموں سے واپس آیا تو منظر اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔

میت کے سامنے چھوٹی ماں رو رہی تھیں۔ سفید چادر میں لپٹا بے بس وجود دیکھ کر ایک لمحے کو اس کے قدم لڑکھڑا گئے۔

ابا جان کی نظر زین پر پڑی تو لڑکھڑاتے ہوئے اس کی جانب بڑھے۔ مگر وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"جو کچھ ہوا وہ عین انصاف ہے مگر کیا کروں کہ میں اور بے چین ہو گیا ہوں۔ مجھ سے سکندر کا یہ روپ دیکھا نہیں جا رہا۔ میں —— ایک دفعہ پھر میں ہی ہارا ہوں۔" وہ وہیں میت کے پاس بیٹھ گئے۔

چھوٹی ماں کے بین جاری تھے۔ اس نے محسوس



کیا۔ وہ خود بھی رو رہا ہے۔

کیا فاتح ایسے ہوتے ہیں۔ بکھرے اور ٹوٹے ہوئے۔

زین جانتا تھا کہ اس نے کچھ بھی غلط نہیں کیا تھا مگر دل مضطرب کا کیا کرتا۔ جواب بھی پُرسکون نہیں تھا۔

سکندر کو اپنے ہاتھوں سے دفناتا تو کئی مواقعوں پر بولے جانے والے اس کے تلخ جملے کانوں میں گونجنے لگے۔

وہ تو غرور کی اونچی مسند پر بیٹھ کے اسے اپنے قدموں کی خاک کہتا تھا آج خود ہی خاک کا ڈھیر بن گیا تھا۔

اس دشت کی سیاحی میں چھ ماہ گزر گئے۔ موبائل نمبر بدل لیا، اپنی حالت بدل لی، زندگی بدل لی تاکہ کوئی اسے نہ پہچان سکے۔ وہ اپنی شناخت سمیت کھو جائے۔

☆ ☆ ☆

اچانک صورت حال بدل گئی۔ وہ جو کسی کی محبت میں تڑپ رہا تھا، کوئی اس کی محبت میں تڑپنے لگا۔ اسے حیرت تھی کہ اس علیحدگی میں بھی اس پر کسی کا دل آسکتا ہے۔

عام سا شکن زدہ کئی بار کا دھلا ہوا لباس —— کئی دنوں بعد یاد آتا تو شیو بنا لیتا، ورنہ کوئی فکر بھی نہ ہوتی۔ سیٹھ ارمغانی کی اکلوتی لاڈلی بیٹی، جس کا وہ ڈرائیور تھا، اسے یونیورسٹی لاتا لے جاتا تھا۔ اس کے بدلے بدلے تیور وہ کئی دنوں سے محسوس کر رہا تھا۔ اب وہ صاف صاف اظہار پر اتر آئی تھی۔

"پلیز زین —— کیا نہیں سمجھتے ہو تم ——" سحر نے بے بسی سے اس پتھر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

مگر زین انتہائی پُرسکون انداز میں ڈرائیونگ کرتا رہا جیسے ان دونوں کے علاوہ بھی گاڑی میں کوئی تیسرا موجود ہو، جس سے سحر مخاطب ہو۔

"زین ——" سحر کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ اسے کندھے سے پکڑ کے جھنجھوڑ ڈالا۔ جھٹکا لگنے سے گاڑی لہرا کے فٹ پاتھ سے جا ٹکرائی۔ سحر گھبرا گئی۔ زین نے جھٹکے سے سر گھما کر اسے دیکھا۔

"زین سوری ——" وہ رو دینے والی ہو رہی تھی۔

"تمہارے حق میں بہتر ہے کہ چپ رہو، ورنہ میں یہیں گاڑی چھوڑ کے چلا جاؤں گا۔" وہ دہاڑا۔

سحر خاموش ہو گئی کہ اس سے کوئی بعید نہ تھا کہ وہ ایسا کر بھی گزرتا۔ وہ شرمندگی سے رو پڑی۔

"میں آخری دفعہ تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ میرے پاس تمہارے لیے کچھ نہیں ہے۔ تم پتھر سے سر پھوڑ رہی ہو۔ تمہاری کوششوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔" وہ پتھریلے لہجے میں بولا۔

"کچھ احساس ہے تمہیں کہ تم کس کی محبت کو ٹھکرا رہے ہو۔ میں سیٹھ ارمغانی کی بیٹی —— ان کی ساری جائیداد کی اکلوتی وارث —— سب کچھ میرا ہے —— اور میں ——"

"محترمہ! ایک بات یاد رکھیے گا تمہارے باپ کی بے پناہ دولت اور تمہاری یہ خوبصورتی میرے لیے بے وقعت ہے۔ میری زندگی میں دولت کی کبھی کمی نہیں رہی۔ تم نہیں جانتیں میں کون ہوں۔ سو اپنے کام سے کام رکھا کرو۔" اس نے نہایت سرد مہری سے کہا۔

"زین ——" سحر کی آواز گلے ہی میں گھٹ کے رہ گئی۔

"میں اس سے زیادہ نہ کچھ کہنا چاہتا ہوں اور نہ ہی سننا چاہتا ہوں۔" وہ ہاتھ اٹھا کے بولا اور جلدی سے گاڑی اسٹارٹ کر کے ریورس گیئر میں ڈال دی۔

سحر اس کے بعد لب بھی نہ کھول سکی۔ ہوش اس کی تو از پہ آیا۔

"اتریں ——" سر اٹھایا تو گاڑی گھر کے وسیع و عریض کار پورچ میں کھڑی تھی۔ کچھ دیر پہلے اسے اپنی حیثیت سے آگاہ کرنے والا گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

وہ مردہ قدموں سے اتری اور گھر کے اندر بڑھ گئی۔

وہ وہاں سے سیدھا سیٹھ ارمغانی کے آفس آگیا۔ گاڑی کی چابیاں ان کے سامنے میز پہ رکھ دیں۔

"سر! میں ذہنی طور پہ اس قابل نہیں کہ ڈرائیونگ کر سکوں۔"

"تم نے خود ہی آفس جاب سے انکار کیا تھا ورنہ میں خود بھی چاہتا ہوں کہ تم اپنے معیار کا کام کرو۔ تمہارے پاس اتنی ڈگریاں ہیں۔" انہوں نے کہا۔

زین خاموش رہا۔ سیٹھ صاحب جانتے تھے وہ آفس میں کام نہیں کرنا چاہتا وہ تقریباً روز ہی اس سے اصرار کرتے تھے مگر پتا نہیں کیوں وہ ٹل دیتا تھا۔ اب بھی سر جھکائے خاموش بیٹھا تھا۔ اتنا ضرور وہ جانتے تھے کہ کوئی کرب ہے ۔۔۔ جو اندر اندر ہی اسے کاٹتا رہتا ہے۔

"زین ۔۔۔ تم یہاں آفس میرے ساتھ آجاؤ اور ابی کے ساتھ میں اختر کی ڈیوٹی لگا دیتا ہوں۔" کچھ دیر بعد سیٹھ ارمغانی نے دھیرے سے کہا تو اس نے مزید سر جھکا لیا گویا اسے ان کا یہ فیصلہ منظور تھا۔

لیکن اگلے دن جب اختر یونیورسٹی سے سحر کو لینے گیا تو قنوطی ہوتی باپ کے ۔۔۔ آفس چلی آئی۔

"ارے بیٹا۔۔۔ کیا ہو گیا ہے۔ کیوں اتنے غصے میں ہو۔" انہوں نے پریشانی سے پوچھا۔

"ڈیڈ! مجھے اختر کے ساتھ یونیورسٹی نہیں آنا۔" وہ اپنی بات پر ڈٹی رہی۔

"بیٹا! زین اب راضی نہیں۔"

"میں کچھ نہیں جانتی ڈیڈ! میری گاڑی زین ہی ڈرائیو کرے گا۔"

"اچھا تم بیٹھو۔ میں زین کو بلواتا ہوں تمہارے سامنے ہی بات کرتا ہوں۔" انہوں نے انٹر کام پہ زین کو اندر بھیجنے کا کہا۔

زین کچھ دیر بعد اندر آیا۔ سیٹھ ارمغانی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"زین! سحر کی خواہش ہے کہ گاڑی تم ہی ڈرائیو کرو۔"

"سر! اپنی ذہنی حالت کے پیش نظر میں نہیں سمجھتا کہ میں یہ ذمہ داری اٹھا پاؤں گا۔ پلیز۔"

"زین دراصل اختر نے ایک دو دفعہ گاڑی مار دی تھی۔ اسی لیے سحر ڈر رہی ہے اس کے ساتھ۔"

"سر! آپ کوئی نیا ڈرائیور رکھ دیں ان کے لیے۔" زین نے بہترین مشورہ دیا۔

"ڈیڈ! ہر کسی پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ میں ان کی اکلوتی بیٹی ہوں۔" سحر نے کہا تو زین کا دل چاہا کہ اس کا سر توڑ دے۔

"ٹھیک ہے سر مگر ایک شرط پر۔" وہ ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"وہ کیا۔۔۔؟" اس کی بات پر سحر کی دھڑکنوں کی رفتار ایک دم بڑھ گئی۔

"آپ سحر بی بی سے کہہ دیں کہ وہ گاڑی میں خاموش بیٹھیں گی۔ یہ بہت بولتی ہیں۔ میں ڈسٹرب ہوتا رہتا ہوں۔" اس نے ہلکے پھلکے انداز میں سحر کی شکایت کر دی۔ سیٹھ ارمغانی کچھ نہ سمجھے۔ مسکرا دیے مگر سحر اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر شرمندہ ہو گئی۔ کہنے کو تو زین نے کہہ دیا مگر اب اسے شرمندگی ہو رہی تھی۔ سحر کی شرمندگی دیکھ کر۔ اس نے سیٹھ ارمغانی کے محل سے گاڑی کی چابیاں اٹھائیں۔ گاڑی کی طرف بڑھا مگر سحر نے "سوری زین" کہہ کر چابی اختر کے حوالے کر دی۔

زین کو خوشی ہوئی کہ اسے سنبھلنے کا سلیقہ تھا۔

گاڑی گیٹ سے نکلی تو وہ بجھے دل سے اپنی سیٹ پر آ گیا۔

☆ ☆ ☆

"انیس! مجھے امید ہے میں اسے دھوکہ دوں گی۔ اس سے معافی مانگے بنا تو مجھے موت بھی قبول نہیں۔"

چھوٹی ماں ایک بیٹے کی موت اور دوسرے کی جدائی میں تڑپنے لگیں۔ "کتنا ظلم کیا میں نے زین کے ساتھ، دھوکے کے ساتھ۔ کیا میرے لیے بخشش کا کوئی راستہ ہو گا۔" وہ سوال کرتیں اور کوئی جواب نہ پاتیں۔ کیونکہ بہت سے سوالات کے جوابات ان کے اپنے اندر ہی مل جاتے تھے۔

"پتا ہے انیس! مجھے راتوں کو نیند نہیں آتی، جب سوتی ہوں یوں لگتا ہے جیسے تیزاب کی بارش میرے وجود پر برس رہی ہے۔ میں سو نہیں پاتی۔ مجھے بے



خوابی کا مرض لاحق ہو گیا ہے۔ میں یوں ہی سسک سسک کر جی رہی ہوں۔ میں تڑپ تڑپ کر مرنا چاہتی ہوں جیسے دعا نے تکلیف سہی۔ جو میرے لیے سکندر کی چھاتی کے پھندے سے کئی گنا زیادہ اذیت ناک ہے۔ لیکن ایک بار زین مل جائے تو۔ ہلکی سی امید ہے کہ شاید۔ وہ مجھے معاف کر دے۔"

انیس ابتسام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مغرب کی نماز کو چل دیے۔ واپسی میں وہ زبردستی بھابھی کو ساتھ لانے میں کامیاب ہو گئے۔ پھر ان کی کوششوں سے پہلی دفعہ بھائی جان نے بھابھی سے فون پر بات کی۔

"میں نے آپ سے دھوکا کیا۔ مجھے معاف کر دیں۔" وہ رو پڑیں۔

"میں نے بہت سے لوگوں کی زندگی برباد کی۔ آپ کی اپنی اور اس شخص کی جس نے میرے سہارے کھڑا ہونا چاہا۔ اپنی اولاد کو جو عورت پھینک آئے۔ اس کی زندگی میں مسرتوں کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو مجھے میری دعا نصیب نہیں ہوئی۔"

"ایک دفعہ اپنی بیٹی کے پاس ضرور جانا معافی مانگنے۔" ان کا اتنا کہنا تھا کہ سسکیاں روکنا ناممکن ہو گئیں۔

"میں آپ کی اجازت کی منتظر تھی۔"

"اجازت ہے۔" فون رابطہ ٹوٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

"سحر آئی ایم سوری۔" گاڑی سیدھے روڈ پر ڈالتے ہوئے اس نے بیک ویو مرر سے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ وہ خاموش رہی۔ آج اختر چھٹی پر گیا تھا۔ سیٹھ ارمغانی میٹنگ میں تھے۔ انہوں نے اپنے پی اے کے ذریعے سحر کو پک کرنے کا پیغام بھیجا تو زین نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور خود لینے چلا گیا۔

سحر نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"سحر! یقین کرو کہ میں بہت چھوٹا سا ٹوٹا پھوٹا انسان ہوں۔ مجھ سے اپنے ساتھ چلنے والے لوگوں کی خوشیاں سنبھالی نہیں جاتیں۔ تم تو اتنی نازک سی ہو کہ ایک کانٹے کی چبھن بھی نہ سہہ پاؤ۔" اس کی خاموشی کے باوجود وہ بولتا رہا کہ وہ جانتا تھا کہ اس سے تھوڑی زیادتی ہو گئی تھی۔

"سحر! میں نے کسی کو بہت شدت سے چاہا تھا۔ تم تصور بھی نہیں کر سکتیں کہ وہ میرے لیے کیا تھی۔ تم بہت اچھی ہو مگر مجھے اب کسی اور کی تمنا نہیں رہی۔"

اس نے اپنی خوبصورت آنکھوں کو بے رحمی سے رگڑ ڈالا کہ آنسو اس کے دل کی کیفیت کا بھرم نہ توڑ ڈالیں۔

"میں آج بھی اس کی محبت کو اپنے وجود کا حصہ محسوس پاتا ہوں۔ اس کی محبت نے مجھے سکھایا ہے کہ کسی کو تکلیف دینا محبت کرنے والوں کو زیب نہیں دیتا۔ اسی لیے مجھے تمہیں ہرٹ کر کے افسوس ہو رہا ہے۔" وہ چپ رہی۔ کافی دیر خاموشی رہی۔

"سحر۔" زین نے جھانک کر بیک ویو مرر میں دیکھا۔ پھر اس کے ہوش گم ہو گئے۔ وہ پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑی تھی۔

"او مائے گاڈ۔" وہ گھبرا گیا۔ اس نے سائیڈ میں گاڑی روکی اور اس کی طرف کا دروازہ کھول کے اسے پکارنے لگا۔ اس کے گال تھپتھپائے۔ جب کچھ سمجھ میں نہ آیا تو قریبی اسپتال لے آیا۔

ڈاکٹر نے چیک اپ کیا اور ایک ٹیسٹ لکھ کر دیا۔ یہاں تک سب ٹھیک تھا مگر اچانک ڈاکٹر نے اس کے ہوش اڑا دیے۔

"فکر کی کوئی بات نہیں آپ کی مسز بالکل ٹھیک ہیں۔ ان فیکٹ شی از پریگننٹ۔" ڈاکٹر صاحب مسکراتے ہوئے بتا کے چلی گئیں۔ زین کی حالت ابتر ہو گئی۔

"تو یہ تھی اپنے باپ کے غریب ملازم کو پٹانے کی وجہ۔ تف۔" اس نے غرا کر کہا۔

"زین۔" اس نے بمشکل آواز نکالی۔

"بکواس۔" اس نے ہاتھ اٹھا کے اسے کچھ بھی بولنے سے روکا۔ سحر کی تو روح ہی تھرا اٹھی۔



READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

"تم سونے کا چمچہ منہ میں لے کے پیدا ہوئیں۔ خوبصورت ہو۔ تم نے بار بار بتانے کی کوشش کی۔ کسی اور کو بھی بتایا ہوگا اور وصول بھی کیا۔ نتیجہ تمہارے سامنے ہے۔" وہ ڈاکٹر کی رپورٹ والا لفافہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہراتے ہوئے بولا۔

"تم تو میری سوچ سے بھی بڑی چیز نکلیں۔ کمال بازی کھیلنی چاہی میرے ساتھ تم نے۔ داد دینی پڑے گی مجھے تمہاری ذہانت کی۔" وہ تالیاں بجاتے ہوئے بولا۔

"زین یہ رپورٹ صحیح نہیں ہے۔" اس نے بولنے کے لیے بمشکل خود کو جمع کیا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم اتنا گر سکتی ہو۔ بہرحال اب اٹھو۔ گھر جانا ہے۔" وہ کہہ کے باہر نکل گیا۔

وہ بمشکل اٹھی اور باہر تک آئی۔ دماغ بری طرح چکرا رہا تھا۔ وہ کاؤنٹر پہ بل ادا کر کے پلٹا تو آگے بڑھ کے اسے تھاما کہ وہ گرنے ہی والی تھی۔ انسانیت اور ارد گرد کے لوگوں کی نظروں کی وجہ سے بھی اسے تھامنا پڑا۔

"زین پلیز۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ یقیناً ان سے کوئی غلطی ہوئی ہے۔" راستے میں اس نے ایک بار پھر بولنے کی کوشش کی۔

"پلیز چپ ہو جاؤ۔ مگر اتنا ضرور سوچو کہ تمہارے باپ کی عزت نیلام ہو جائے گی۔ اسے کچھ لوگ اس شہر میں پہچانتے ہیں۔" زین اس کی کوئی بات سننے کو تیار نہ تھا۔ لفظ چبا چبا کے بولا۔

گاڑی جب پورچ میں رکی تو سیٹھ ارمغانی نے اپنے بیڈ روم کی کھڑکی سے سحر اور زین کو آتے دیکھا۔ ایک خیال ان کے ذہن میں کوندا۔

"اگر سحر کو زین اچھا لگتا ہے تو واقعی وہ اچھا بھی ہے۔ کیا برائی ہے اگر وہ سحر کا ساتھی بن جائے۔ سحر میری اکلوتی اولاد ہے۔ اس کی خوشی میں ہی میری خوشی ہے۔ لیکن کیا وہ مان بھی جائے گا۔" یہ سوال انہیں الجھن میں ڈال گیا۔

☆ ☆ ☆

"زین! میں اپنی بیٹی کی خواہش کے لیے تمہارے سامنے ہوں۔ وہ میری اکلوتی اولاد ہے۔" وہ سر جھکا کے بولے تو زین کو لگا کہ جیسے کسی شکاری نے جال پھینک دیا ہو۔

"یہ ممکن نہیں ہے سر۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔" اس نے فوراً انکار کیا۔

"کیا تمہیں کوئی اور پسند ہے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میری بیوی کا انتقال ہو چکا ہے اور اس کے علاوہ میں کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ میں اب کوئی رشتہ نہ بنا سکتا ہوں اور نہ نبھا سکتا ہوں۔" اس نے ہر بات صاف صاف بتائی۔

"سحر بہت اچھی لڑکی ہے۔ وہ تمہیں بھی سنبھال لے گی۔"

"جو خود کو نہ سنبھال سکے وہ بھلا کسی کو کیا سنبھالے گا۔" نہ چاہتے ہوئے بھی زبان پھسل گئی۔

"کیا مطلب۔؟" وہ الجھے۔

"میرا مطلب ہے میں خود کو اگر نہیں سنبھال پا رہا تو اور کیسے کسی کو سنبھال سکتا ہوں۔" اس نے فوراً بات بنائی۔

"فیصلہ کرنے میں کچھ وقت لے لو بیٹا۔ اور فیصلہ کرنے سے پہلے جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی سن لو۔" وہ خاموش رہا۔

"میں بھی تمہاری طرح بہت تنہا تھا زین اور آج تک ہوں۔ مجھے میرے علاقے سے صرف اس لیے نکال دیا گیا کہ میں نے اپنی مرضی سے شادی کر لی تھی۔ میں بہت پڑھا لکھا نہیں تھا۔ صرف بی۔اے کیا ہوا تھا۔ اور میری بیوی ایم۔اے انگلش تھی۔ اس کی خاطر سب کچھ چھوڑنا پڑا۔ سارا خاندان چھٹ گیا۔ پنچایت نے میرے خاندان کو علاقہ بدر ہونے کا حکم دیا۔ مگر میرے باپ نے اپنا آبائی گاؤں اور گھر چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ میں بھی جوانی کے نشے میں چور تھا۔ محبت کا نشہ بھی سر چڑھ کے بول رہا تھا' سو اپنے بوڑھے والدین اور ایک بہن کو چھوڑ کر اکیلا ہی اپنی پڑھی لکھی بیوی کے ساتھ شہر آ گیا۔ وہ ایک اچھے پرائیویٹ



ادارے میں نوکری کرنے لگی۔ میں آگے بڑھنے کی جدوجہد میں مصروف تھا۔ مجھے پتا ہی نہ چلا کہ اس نے راستے بدل لیے۔ اسے ایک دولت مند شخص مل گیا۔ اس نے مڑ کے یہ بھی نہ دیکھا کہ اس سے کیا کیا چھوٹ گیا۔ بچی۔۔۔ میں۔۔۔ جس نے اس کی خاطر سب کچھ ہی چھوڑ دیا تھا۔ جب تنہا ہوا تو ماں باپ کی طرف بھاگا۔ وہاں جا کے پتا چلا کہ وہ تو میرے بعد قبر میں اتر گئے۔ آج میرے پاس دولت ہے لیکن میں خالی ہاتھ ہوں۔" وہ چند لمحوں کے لیے رکے۔

زین نے دکھ سے انہیں دیکھا۔

"میں صرف اس انتظار میں ہوں کہ میں سحر کو محفوظ ہاتھوں میں دے دوں۔" وہ آس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولے۔

"سر! اس کے لیے آپ کو ایک مضبوط شخص ہی ڈھونڈنا چاہیے۔ میں تو بہت کمزور سا انسان ہوں۔" وہ زچ ہوا۔

"میں نے ہر ممکن طریقے سے اپنی بیٹی کی اچھی تربیت کی ہے۔ پھر بھی وہ کمی رہ ہی جاتی ہے جو ایک ماں کی تربیت میں ہوتی ہے۔ وہ مجھ سے قریب ہے مگر پھر بھی فاصلہ ہے۔ میں جانتا ہوں۔" انہوں نے اقرار کیا۔

"آئی ایم سوری سر۔ مجھ میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"زین! وہ ایک شریف اور باکردار لڑکی ہے بیٹا۔ اس کے نزدیک یہ دولت اور آسائشیں سب ثانوی حیثیت رکھتی ہیں۔" وہ بول رہے تھے اور پردے کے پیچھے کھڑی سحر دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔

"سر آپ اپنی بیٹی کو مس جج کر رہے ہیں۔" سحر کے پسینے چھوٹ گئے۔

"کک۔۔۔ کیا مطلب۔۔۔"

"مطلب آپ اسی سے پوچھیے گا۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"زین! کھل کے بات کرو۔۔۔ کیا کہنا چاہتے ہو تم۔"

اس نے ڈاکٹر کی رپورٹس انہیں تھما دیں۔ وہ پڑھ کے نہ کوئی طوفان آیا تھا اور نہ زلزلہ لیکن سیٹھ ارمغانی کی شخصیت کی عمارت زمین بوس ہو گئی۔ کتنے مان اور بھروسے کے ساتھ وہ اس شخص کے ساتھ بات کر رہے تھے کہ ان کی بیٹی ایک شریف اور باکردار لڑکی ہے اور اس کی تربیت انہوں نے کی ہے۔ شرمندگی سے سر جھک گیا۔

نظریں تک ملانا محال ہو گیا۔

وہ سینہ مسلتے ہوئے ادھر ادھر بے چینی سے پھرنے لگے۔

"سر! آپ سحر سے پوچھ لیجیے اس آدمی کا نام۔۔۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔" زین نے ان کی کیفیت کو سمجھتے ہوئے کہا تو وہ کچھ سوچتے ہوئے اس کے سامنے آن کھڑے ہوئے اور ٹھہرے ٹھہرے لہجے میں بولے۔

"زین! میں نے اگر اس کی پسند پر سر جھکا لیا تھا تو اللہ اور رسول کے نزدیک اس کی مرضی کو اس کا حق سمجھ کے مگر میں اتنا بے غیرت تو نہیں ہوں کہ اس کی رسوائی کو گلے لگا لوں گا۔ تم پوچھ لو اس سے اس شخص کا نام اور رخصت کر دو اس کے ساتھ۔" انہوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"سر! ہوش سے کام لیں۔"

"ہوش سے۔۔۔ ہوش سے کام لوں۔۔۔ میں۔۔۔ جس نے تمام عمر بیوی کی بے وفائی پر آنسو ضبط کیے رکھے کہ میرے سامنے سحر بھی جینے کی آس۔ اس نے یہ صلہ دیا۔ میری تمام عمر کی ریاضتوں کا یہ صلہ دیا اس نے۔۔۔ میں زندہ نہیں چھوڑوں گا اسے۔۔۔ ماردوں گا اسے۔۔۔" وہ دیوانوں کی طرح اس کے کمرے کی طرف بڑھے۔ زین نے بمشکل انہیں سنبھالا۔

"میں اسے جان سے ماردوں گا۔ اسے زندہ دفن کردوں گا۔۔۔" وہ دوبارہ اٹھے مگر پھر ٹوٹ کر بیٹھ گئے۔ سینے سے شرارے پھوٹ رہے تھے۔ دل پر بھاری بوجھ پڑا تو طبیعت بگڑنے لگی۔

"سر! پلیز خود کو سنبھال لیں۔"

"کیسے سنبھالوں خود کو۔۔۔ کتنا تماشا لگے گا۔ کیا یہ بات چھپ سکتی ہے۔" وہ سینے کو بری طرح مسلنے لگے۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہوتے دیکھ کر زین



Pk Digest CORNER
Mahnamashuaa.blogspot.com

نے ایک لمحے کی تاخیر نہ کی اور انہیں اسپتال لے گیا۔

"ہلکا سا انجائنا کا اٹیک ہے۔" ڈاکٹر نے بتایا تو سحر کی سسکی نکلی۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے ڈیڈ کے لیے تکلیف کا باعث بن گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

رات کا نجانے کون سا پہر تھا جب چھوٹی ماں کی آنکھ کھل گئی۔ انہیں سکندر کا جملہ کاوہ مشکل وقت اور وہ رو رو کر رب سے دعائیں مانگنا اس کی آواز کا وہ درد جو ان کا دل کاٹتا تھا۔ سنائی دینے لگیں۔

"اماں! زین سے کہیں۔ ایک دفعہ اگر مجھ سے مل لے۔ مجھے معاف کردے۔ بس ایک بار۔ آخری بار۔ اعتبار کرلے۔ معاف کردے۔ بس آخری بار۔" سلاخوں کے اس پار وہ تڑپ رہا تھا اور ماں بے بس تھی۔

"میں اپنے مقام سے گرا ہوں۔ انسانیت کو رسوا کیا۔ اسی کیے تو سجدے میں گرا ہوں۔ گڑگڑا رہا ہوں۔ معاف کردے۔ بخش دے۔ رحم کردے۔ کہ تیرے پاس تو طاقت ہے۔ تو تو عالی مقام ہے۔ مجھ ناچیز کا گناہ بخش دے یا مجھے پل صراط پر چلا کر میں یا ڈوب جاؤں یا پار لگ جاؤں۔ میرے رب۔ مجھ سے یہ دو دھاری تلوار کی اذیت نہیں سہی جارہی یا تو راضی ہوجا یا اسے منانے کے لیے کوئی راستہ دکھادے۔ مجھے اشارہ دے میرے رب۔ مجھے راہ دکھا۔ مجھے اس اذیت سے نکال۔ مجھے بخش دے۔" وہ روتے ہوئے سجدے میں گر گیا تھا۔

"دعا سے کہو اماں۔ اس کی قبر پر لے کر چلو۔ اس سے کہو۔ وہ بھی معاف کردے۔ یا اللہ میں کس کس کا گناہ گار ہوں مجھے بچالے یا اللہ اماں زین۔"

وہ چیختے چیختے نڈھال ہوجاتا تھا۔ عارفہ بیگم اس کی دیوانوں والی حالت پر روتیں۔ تڑپتیں۔ زین سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہتیں کہ ایک دفعہ جاکر اس سے مل لو۔ مگر وہ نہ ملا۔ نہ معاف کیا۔

وہ بھلا معاف کرتا بھی تو کیوں۔ سزاوار کو اپنے کیے کا خمیازہ تو بھگتنا پڑتا ہے۔ اللہ نے بھی ہاتھ کے بدلے ہاتھ' آنکھ کے بدلے آنکھ۔ جان کے بدلے جان کہا ہے۔ وہ دشمن بن کر بھلے کچھ بھی کرجاتا مگر بھائی کے روپ میں اس نے جو کیا' وہ ناقابل معافی ہے۔ زین صاف انکاری ہوگیا تھا۔

وہ اٹھیں اور وضو کرکے سکندر کی بے چین روح کے لیے ہاتھ اٹھالیے۔ نفل تہجد وظیفے۔

☼ ☼ ☼

"زین! یہ دیکھو میرے جڑے ہاتھ۔ میری کھوکھلی عزت کا پاس رکھ لو۔ میں مرجاؤں گا۔ میری نام نہاد عزت کا بھرم رکھ لو۔ میں پہلے اس کی ماں کے ہاتھوں رسوا ہوا اور اب بیٹی نے مجھے جینے کے قابل نہیں چھوڑا۔ نجانے کیوں مجھے لگتا ہے تم میرا مان رکھ لوگے۔" سیٹھ ارمغانی اسپتال سے واپس آئے تو اس کے آگے بے بسی سے ہاتھ جوڑ دیے۔

"زین ایک بے بس اور مجبور باپ تمہارے آگے اپنی عزت کی خاطر ہاتھ جوڑتا ہے۔" انہوں نے حقیقتاً اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"زین! صرف نکاح کرلو۔ بھلے ساری زندگی میرے گھر پر بیٹھی رہے۔ میری عزت بچالو زین۔ اس مجبور باپ کی عزت رکھ لو۔ جو سب کچھ کھو کے بیٹھا ہے۔ اچھے تھے وہ لوگ جو پیدا ہوتے ہی ان جیسوں کو دفن کردیتے تھے۔" ان کی بے بسی زین سے برداشت نہ ہوسکی۔

"سر ٹھیک ہے۔ میں سحر سے شادی کے لیے تیار ہوں۔ شاید اسی طرح۔" وہ نجانے کیا بولنے چلا تھا کہ دروازے میں کھڑی سحر کی لرزتی آواز نے اسے ہوش دلادیا۔

"نہیں۔ ڈیڈ۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے ماردیں۔ ورنہ میں خود کو ماردوں گی مگر۔" وہ ہلکی نقاہت زدہ آواز میں بول رہی تھی۔

"بکواس بند کرو۔ ایک گناہ دنیا میں کرلیا اور موت بھی ایسی ہی چنتا چاہتی ہو جو حرام ہو۔" سیٹھ ارمغانی

READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

نے انتہائی غصے سے کہا۔

وہ چپ ہو گئی کہ ڈیڈ کی حالت ایسی نہ تھی کہ وہ مزید کوئی بات کرتی۔

"سر! سادگی سے نکاح کردیں۔ میں تیار ہوں۔" زین نے سر جھکا کے صرف اتنا کہا۔

"زین! تم ہر بار میری زندگی میں فرشتہ بن کے آئے ہو۔ ایک بار میری زندگی اور اس بار میری عزت بچا رہے ہو۔ میں تمہارے احسانات کا حق کیسے ادا کر پاؤں گا۔"

"سر! احسانات کیسے۔ بے کار سی زندگی ہے۔ چلیں کسی کے کام تو آئی۔" وہ تلخی سے بولا اور کمرے سے نکل گئے۔

سحر بالکل چپ تھی۔ لبوں کو سی لیا تھا۔ جس کو پانے کے لیے دیوانی ہوئی جارہی تھی۔ اب جب مل رہا تھا تو ارمانوں نے کفن اوڑھ لیا تھا۔

کچھ قریبی لوگوں کی موجودگی میں وہ زین کی زندگی میں داخل ہو گئی۔ اس نے سفید رنگ کا خوب صورت لباس پہنا تھا۔ نکاح کے بعد اسے زین کے ساتھ بٹھایا گیا تو سحر کی دوستوں نے اپنی سی کوشش کر کے وہاں شادی کا ماحول کر ڈالا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی زین کی نظریں اس کی کلائیوں میں پڑی سلور اور سفید چوڑیوں کی اداسی بھری کھنک میں الجھ رہی تھیں۔

وہ کمرے میں آیا تو وہ یک دم گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ خاموشی سے چلتے ہوئے بیڈ کے سامنے رکھی کرسی پہ بیٹھ گیا۔ وہ بیڈ کے کنارے رخ پھیر کر بیٹھ گئی۔ دونوں کی نظریں جھکی تھیں۔ مکمل خاموشی۔ گہرا سکوت۔

"سحر۔ سب بھول جاؤ۔ جو بھی ہوا۔ وہ تمہارا اور تمہارے اللہ کا معاملہ ہے۔ میں بھی ایک بہت گنہگار سا شخص ہوں۔ پتا نہیں اس رشتے کو نبھا بھی پاؤں گا کہ نہیں۔ سحر تم ایم سوری۔ میں صرف یہ رشتہ کاغذ کی حد تک باندھ رہا ہوں۔ امید ہے، تم سمجھو گی اور اس مسئلے سے فارغ ہو کے اگر الگ ہونا چاہو تو بھی مجھے منظور ہو گا۔" وہ پتھر کا بت بنی رہی۔

دونوں کے درمیان ایک بار پھر آگئی۔ دماغی طور پر دونوں اپنے اپنے محاذوں پر برسرپیکار تھے۔ وہ دھیرے سے اٹھا اور اسے دونوں کندھوں سے تھام لیا، لیکن وہ اپنی کیفیت سے باہر نہ آسکی۔

"سحر۔ سوری۔ مجھے تمہارا یہ روپ رکھنا چاہیے تھا۔ سیٹھ صاحب سے شیئر نہیں کرنا چاہیے تھا۔" زین نے کہا تو وہ سوچ کے دائرے سے باہر نکلی۔ آنکھیں کھول کے زین کو دیکھا۔

اس کی گرفت سے خود کو نکال کے انتہائی سرد مہری سے بولی۔

"آپ نے کیا غلط کیا۔ ایک سچی بات ہی تو بتائی ڈیڈ کو۔"

"کبھی نہ کرنا کوئی کمال نہیں ہوتا بلکہ گر کے سنبھل جانا کمال ہوتا ہے اور مجھے یقین ہے تم سنبھل جاؤ گی۔" زین کے الفاظ گولی کی طرح اس کے وجود میں پیوست ہو گئے۔

"تو کیا مجھے ایک دفعہ گرنا ہو گا اپنا کمال دکھانے کے لیے۔" وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"اور نہیں۔ جتنا گرنا تھا گر چکی ہو۔ بس کافی ہے۔" زین کو اس کی ڈھٹائی پہ غصہ تو بہت آیا مگر ضبط قائم رکھا۔

"اللہ آپ کو اس نیکی کے بدلے بہت بڑا اجر دے گا۔ آپ نے جہاں اتنا کیا ہے ایک درخواست اور مان لیں۔"

"بولو۔"

"اپنے بیان پر قائم رہیے گا۔ اس رشتے کو نکاح تک ہی محدود رکھیے گا۔"

"بے فکر رہو۔ تم میرے گھر میں رہتے ہوئے بھی مجھے محسوس نہیں کرو گی۔ اس رشتے کا ایک ہی مقصد تھا، جو تم اچھی طرح جانتی ہو۔ اس کے بعد خود کو آزاد کروالینا۔" وہ چلا گیا۔

ٹیرس پہ سگریٹ پہ سگریٹ پیتے زین کو دیکھ کر وہ کھڑکی سے ہٹ گئی۔

زین نے اس کی نگرانی پہ ایک آدمی کو لگا دیا جو فلیٹ



کے اردگرد ہی رہتا تھا۔ زین کو ڈر تھا کہ وہ بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچا دے۔ دن گزرتے جارہے تھے۔ وہ اس قید میں قید ہو کے رہ گئی اس نے کبھی باہر جانے کی ضد نہ کی۔ وہ خود ہی اسے سیٹھ ارمغانی سے ملوانے لے جاتا۔

☆ ☆ ☆

زین کبھی کبھی خود سے لڑ لڑ کے تھک جاتا تھا تو سارا غصہ سحر پہ ہی اتارتا۔ کچھ ایسا کہہ جاتا جو سحر کے جسم کو آری سے کاٹ ڈالتا۔ وہ دن بدن کمزور ہوتی جارہی تھی۔

ملازمہ اسے اکثر بتاتی کہ وہ بہت ہی کم کھانا کھاتی ہے۔ دودھ وغیرہ بھی نہیں لیتی تھی۔

ملازمہ نے ہی اطلاع دی کہ بی بی کی طبیعت خراب رہنے لگی ہے۔ پیٹ میں بہت زیادہ درد ہوتا ہے۔ وہ بہت گھبراہٹ کا شکار ہونے لگا تھا۔

اس وقت بھی اس کے اندر طوفان بپا تھا۔ تباہی مچی تھی۔ اٹھا اور اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔ وہ بستر پہ لیٹی تھی۔ زین کو آتے دیکھا تو جلدی سے سیدھی ہو کے بیٹھی اور چادر اپنے گرد لپیٹی۔

"صبح تیار رہنا۔ میں نے لیڈی ڈاکٹر سے ٹائم لے لیا ہے۔"

"مجھے کسی کو نہیں دکھانا۔" اس نے صاف انکار کردیا۔

"تب دکھایا تھا جب اسے چھپانے کا وقت تھا۔ اب تو بے خوف ہو کر جانا چاہیے کہ اس بچے پر کوئی انگلی نہیں اٹھائے گا۔"

"میں تب بھی خود نہیں گئی تھی۔"

"کیا ثابت کرنا چاہتی ہو تم کہ تم پر ظلم ہوا ہے۔"

"جہاں آنکھیں دیکھتے ہوئے بھی لوگ اندھا اور کان سنتے ہوئے بھی بہرے ہو جائیں جہاں رشتوں کو بے اعتباری کی نذر کردیا جائے وہاں کوئی بے گناہ ہوتے ہوئے بھی کیسے سزا سے بچ سکتا ہے۔"

"مجھ سے زیادہ کس نے بے گناہی کی سزا سہی ہو گی۔" وہ لمبی ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے بولا۔

"اس کا بدلہ پھر آپ نے مجھ سے لے لیا۔"

"مجھے عادت نہیں ہے بدلہ لینے کی۔ میں نے ہمیشہ ہار مانی ہے۔ اب بھی چاہتا ہوں کہ تم بھی سب بھول کر اپنا خیال رکھو۔"

"اپنا خیال رکھوں کس کے لیے؟ کسی کو میری ضرورت نہیں ہے حتیٰ کہ میرے باپ کو بھی نہیں۔"

"تھوڑی سی بھی اگر شرم ہے تمہارے اندر۔ اپنے گناہ پر نادم ہو تو مزید گناہ کے راستے پر نہ بڑھو۔" زین کو اس کی ڈھٹائی پر آگ لگ گئی۔

"نہیں ہے میرے اندر تھوڑی سی بھی شرم۔ بیچ دی ہے میں نے۔" وہ چلائی تو زین کا مضبوط مردانہ ہاتھ اس کے چودہ طبق روشن کر گیا۔ وہ چکرا کر رہ گئی۔

کمرے میں سحر کی آنکھوں سے برسات جاری تھی، اور باہر اس کے وجود میں آگ لگی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ جائے۔ اپنی دعا کی قبر پر بیٹھ کر زندگی گزار دے۔ مجاور بن جائے اور وہیں موت اس پر مہربان ہو جائے۔ وہ بہت تھک گیا تھا۔

READING CORNER
http://readingcornerkidspot.com

گھبرانے لگا۔ اس کے اندر کا غبار بڑھا تو وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

اس وقت بھی وہ درد کی شدت سے دہری ہوئی جارہی تھی۔

"سحر۔ کیا ہوا ہے تمہیں۔ لو مائی گاڈ۔" وہ اسے گاڑی تک لایا اور اسپتال پہنچایا۔

ڈاکٹرز نے مکمل چیک اپ کے بعد ٹیسٹ لکھ کے دیے۔

ڈاکٹرز نے رپورٹس اسے تھمائیں اور بتایا کہ کم خوراکی سے پیٹ میں درد ہے۔ اس نے خود پریگننسی کا کہا تو ڈاکٹر نے اس سے انکار کیا کہ ایسی کوئی بات ہے۔

"لیکن ڈاکٹر صاحب۔" زین کی آواز پھٹ گئی۔

ایک آسمان ٹوٹا تھا۔ کڑکتی ہوئی، بجلیاں زین کو جلا گئیں۔

یہ سب کیا ہوا ہے۔ وہ الجھن میں پھنس گیا۔ اچانک اسے ایک خیال آیا کہ کہیں اس نے بچہ مار تو نہیں ڈالا۔

"کیا کیا ہے تم نے بچے کے ساتھ۔؟" اگلے دن وہ اس کے سر پر کھڑا تھا۔

"کیا تم نے بچے کو۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"لیکن تمہاری اسپتال کی رپورٹ۔ جب تم۔" اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ بولے اور کیسے پوچھے۔

"ان کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" وہ ٹھہر ٹھہر کے بولی تو زین پریشان ہوگیا۔

"لیکن تم تو بالکل پہلے جیسی ہی ہو۔ میرا مطلب ہے کہ۔" وہ اس کی ظاہری اور جسمانی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا تو وہ افسوس سے مسکرادی۔

"ڈاکٹر نے تمہارے سارے ٹیسٹ کیے ہیں۔ وہ کہہ رہا تھا کہ ایسا نہیں ہے۔"

"دوبارہ معلوم کریں۔"

"ڈاکٹر کو چھوڑو۔ تم بتاؤ مجھے۔"

"ڈاکٹر کو کیسے چھوڑوں۔ رہی میری گواہی تو اس کا کیا اعتبار۔ تب نہیں مانی گئی تو اب کیوں۔ اب صرف انتظار کریں اس وقت کا آپ بھی اور میں بھی۔ جب میری گود میں بچہ آئے گا۔"

زین نے اس کے چہرے پر نظریں جمادیں۔

"دیکھو سحر۔ مجھے مزید مت الجھاؤ۔ میں بہت ٹوٹا ہوا انسان ہوں۔ مجھے سچ سچ بتاؤ کیا یہ کوئی غلط فہمی تھی۔"

"غلط فہمی۔ زین۔ کیا یہ لفظ مناسب ہوگا۔ کسی کی عزت، وقار، انا، کردار، اعتبار۔ سب داؤ پہ لگ گیا اور آپ پلڑے میں ایک لفظ غلط فہمی کو رکھنا چاہ رہے ہیں۔"

"تو کیا یہ۔" سحر کو اس کی آواز کا کھوکھلا پن صاف سنائی دے رہا تھا۔ اس کے چہرے پر کسی ہوجانے والے حادثے کی واضح تحریر پڑھی جاسکتی تھی۔

"جی۔ ایسا کچھ اس وقت بھی نہیں تھا زین! جب آپ نے میرے باپ کے سامنے مجھے ذلیل کیا تھا۔ مجھ پر میرے بے داغ کردار پر تہمت لگائی تھی۔ میں آپ کو معاف نہیں کروں گی۔ نہ آپ کو اور نہ سیٹھ ارمغانی کو۔ کیا حق تھا آپ دونوں کو مجھے بے عزت کرنے کا۔" وہ چلانے لگی۔

"تمہارے سامنے ہی تو اس اسپتال میں ڈاکٹر نے یہ سب کہا تھا۔" زین نے اسے کندھوں سے تھامنا چاہا تو وہ جھٹکے سے اس سے دور ہوئی۔

"اسی اسپتال سے ایک دن بعد فون بھی آگیا تھا، معذرت کا کہ انہوں نے غلطی سے سائرہ نامی لڑکی کی رپورٹ مجھے دے دی تھی۔"

"سحر۔" اس نے سخت بے بسی سے اسے پکارا۔

"اگلے ہی دن میں نے شہر کے چار اسپتالوں سے ٹیسٹ کروائے تھے زین۔ یہ لیں۔ میں جانتی تھی کہ مجھے ایسے حالات کا سامنا کرنا پڑے گا۔" وہ پاگلوں کی



طرح اپنے بیگ کی جانب دوڑی اور زپ کھول کے اندر سے فائل نکالی اور پتھر بنے زین کے سامنے میز پر رکھ دی۔

"یہ دیکھیں وہ رپورٹ جو آپ نے وصول کی تھی۔ پڑھیں اس پر لکھا نام۔"

"تم نے بتایا کیوں نہیں۔" زین نے فائل کی طرف دیکھے بنا گھٹی گھٹی آواز میں پوچھا۔

"کیونکہ کسی نے مجھے بتانے کا موقع ہی نہیں دیا اور نہ ہی پوچھا۔ بس سزا سنادی۔" وہ سنجیدگی سے بولی اور چہرہ دوسری جانب موڑ لیا۔

"آئی ایم سوری سحر۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری۔" زین کے وجود میں یک دم ایک ہلچل سی مچ گئی۔ اسے لگا ایک دفعہ پھر اس کی دعا تیزاب سے جل رہی ہو، مگر اب کی بار زین کا وجود آزاد تھا۔ کسی کے ہاتھوں کے شکنجے میں نہیں تھا۔ اس بار اس نے جلایا تھا، کسی سکندر نے نہیں۔

وہ دونوں آمنے سامنے تھے۔ دونوں جل رہے تھے۔ دونوں ہی۔ وہ بے اعتباری کی آگ میں اور وہ ندامت کی آگ میں۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اپنا قول نہ بھولیے گا۔ وہ تو یاد ہوگا۔" وہ اسے کیا یاد دلانا چاہ رہی تھی۔

"کیا مطلب۔ کک۔ کون سا قول۔" اس کا دل کٹا کہ وہ یک دم بہت اجنبی سی بن گئی تھی۔

"آپ نے کہا تھا کہ جوں ہی میں بچے سے فارغ ہوجاؤں گی اپنی زندگی کا فیصلہ کرسکوں گی۔ اب میں فارغ ہوگئی ہوں۔ کیا میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتی ہوں؟"

"سحر۔ سب میری وجہ سے ہوا ہے۔ آئی ایم سو سوری۔" وہ بے تحاشا شرمندہ تھا۔

"اب شرمندہ ہونے سے کوئی فائدہ ہے نہ نقصان۔ بس مجھے آزاد کردیں۔ یہی میرا فیصلہ ہے۔ امید ہے آپ کو اعتراض نہیں ہوگا۔" وہ کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

"معاف نہیں کرسکتی ہو۔"

"میں فیصلہ کرچکی ہوں۔"

"سحر! میری بات سنو۔ میں واقعی شرمندہ ہوں۔"

"آپ نے کہا تھا کہ آپ اپنے قول سے نہیں پھرتے۔" وہ چیخ گئی۔

"تم بھی جس محبت کی دعوے داری کررہی تھیں، اس سے پیچھے ہٹ رہی ہو۔"

"ایک عزت بچانے کے لیے معاہدہ کیا گیا تھا اور اب اس معاہدے کی مدت ختم ہوگئی ہے۔" وہ چیخ پڑی۔

"پاگل مت بنو سحر۔ میں مانتا ہوں کہ مجھ سے بہت بڑی ناانصافی ہوئی ہے تمہارے ساتھ، لیکن اس کی سزا خود کو دینا عقل مندی تو نہیں۔ میں نے غلطی کی، میں سزا سننے کو بھی تیار ہوں۔"

"مجھے کسی کو کوئی سزا نہیں سنانی۔ بس میرا فیصلہ کردیں۔" وہ کمرے میں چلی گئی۔ وہ بھی اپنے کمرے میں چلا گیا۔ کچھ خیال آنے پر وہ دوبارہ اس کے کمرے میں گیا تو وہ نہیں تھی۔ وہ پاگلوں کی طرح سیٹھ ارمغانی کے پاس پہنچا۔ حسب توقع وہ وہیں تھی۔ اس کا سانس بحال ہوا۔

"مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوئی ہے زین۔ میں اس کی ماں کے کیے کی سزا اسے سنا بیٹھا۔ اسے موقع ہی نہیں دیا، کیوں اتنا بے رحم ہوگیا تھا میں۔"

اب وہ موقع دینے کو تیار نہیں تھی۔ اس کی ایک ہی رٹ تھی کہ اس کے ساتھ نہیں رہنا۔ وہ اس کے کمرے کا دروازہ بجاتا رہا مگر وہ نہ کھلا۔

زین ایک دفعہ پھر ہارا تھا۔ ایک اور مات مقدر ہوئی۔ اب کے اس میں کسی کا ہاتھ نہیں تھا۔

اس بار وہ اپنے ہی ہاتھوں ہارا تھا اور اس بار یوں ٹوٹا کہ دوبارہ کھڑے ہونے کی ہمت نہیں تھی۔

وہ کچھ سننے اور ماننے کو تیار نہ تھی یہاں تک کہ سیٹھ ارمغانی کی بھی۔



READING ONLY
http://readingonly.blogspot.com/

رات بستر پر آئی تو نظروں کے سامنے زین کی تصویر گھوم گئی۔ اتنے ظالم لگتے تو نہیں تھے تم۔ پھر کیوں زین۔ کیا یہ محبت کا بدلہ تھا۔ شرمندگی بھرے چند جملے۔ ندامت۔ اور تھوڑی سی مزاحمت کہ سحر مت جاؤ اور پھر یہ کہہ کے راستے سے ہٹ جانا کہ میرے مقدر میں صرف ہار ناہی لکھا ہے۔ سب کچھ تو میری مرضی پر چھوڑ دیا ہے زین۔ تو پھر میں نے محبت کی جنگ لڑی اور جیت بھی گئی۔ یہ میرا حوالہ ہے۔ جھٹلا کر دکھاؤ۔ اب لیکن میری ضد ہے کہ باقی کی جنگ تم لڑو۔ دریدہ دامن کے ساتھ اب بھی میں ہی قدم بڑھاؤں گیا۔ یہ زیادتی نہیں ہے میرے ساتھ زین۔ ایک دفعہ زین۔ صرف ایک دفعہ مجھے اذن سفر تو دو۔ میں تو کب سے تیار ہوں۔ میرا اسباب سفر تو میرا محبت بھرا دل ہے، جس کو صرف تمہاری تمنا ہے۔

وہ روتی رہی۔ سلگتی رہی۔ تڑپتی رہی۔

☆ ☆ ☆

وہ تینوں سیٹھ ارمغانی کے محل نما گھر آ گئے۔ سیٹھ ارمغانی انہیں دیکھ کر پتھر کے بت بن گئے۔

"زینت!" ان کا سر جھکا رہا۔

"یہ تلخ اور کڑوی حقیقت ہے کہ تم میرے سامنے کھڑی ہو۔" وہ تلخی سے گویا ہوئے۔

"تم تو سب کچھ مجھ سمیت جہنم میں جھونک گئی تھیں۔ پھر آج میری دہلیز تک کیسے آ ناہوا۔ کیا یہ دیکھنے کہ اس آگ میں جلے وجود کیسے زندگی گزار رہے ہیں تو دیکھو۔ یہ ہے وہ بچی، جس کو تم پھینک کر چلی گئی تھیں۔ اس کے کردار پر وہ داغ لگا، جو جرم اس نے نہیں کیا اور تم کتنی گنہگار تھیں، مگر بنا سزا سے زندگی گزار رہی ہو۔ تم نے تو کوئی سزا نہیں سہی سزا تو میں اور میری بیٹی سہہ رہے ہیں۔" سیٹھ ارمغانی گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھے۔

انیس ابتسام نے زینت بی بی کے پتھر وجود کو تھام رکھا تھا۔

عارفہ بیگم آگے بڑھیں اور سحر کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر صوفے تک لے کے آئیں جہاں زینت بی بی سر جھکائے آنسو بہا رہی تھیں۔ ماں اور بیٹی ملیں تو آنسوؤں کی برسات شروع ہو گئی۔

"میری بچی۔ مجھے معاف کر دو۔ اللہ کے واسطے مجھے معاف کر دو۔" انہوں نے اسے خود سے لگاتے ہوئے کہا۔

وہ بالکل خاموش تھی۔

"سحر بچی۔ کچھ تو بولو۔" زینت بی بی نے اس کے پتھر وجود کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

لیکن وہ ہنوز خاموش رہی۔ پھر تھوڑی دیر بعد اٹھ کر چلی گئی۔

وہ کیسے اس عورت کو قبول کر لیتی جو اسے اور اس کے ڈیڈ کو چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔

وہ مایوس ہو کر چلی گئیں تو ڈیڈ اس کی طرف آ گئے۔

"سحر وہ تمہاری ماں ہے۔ مت ٹھکراؤ اسے۔ معاف کر دو۔"

"ڈیڈ! پلیز مجھے مجبور نہ کریں۔" اس نے چہرہ دوسری طرف موڑتے ہوئے کہا۔

"بیٹا۔ سب اللہ پر چھوڑ دو۔ وہ بہت کرب سے گزر رہی ہو گی۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کیونکہ ممتا بھی نہیں مرتی۔"

"ڈیڈ! میں آپ کے کرب کا اندازہ بھی کر سکتی ہوں۔"

"سحر! میاں بیوی کا رشتہ دنیاوی رشتہ ہوتا ہے۔ توڑا جا سکتا تھا، سو اس نے توڑ دیا، لیکن تم سے جو رشتہ ہے وہ نہ تم توڑ سکتی ہو اور نہ وہ۔ خونی رشتہ ہے تمہارے اور اس کے درمیان۔"

"رشتے جذبوں سے پروان چڑھتے ہیں ڈیڈ۔ اور ان جذبوں کو انہوں نے اپنے پاؤں تلے روند دیا ہے۔"

"تمہاری جنت ان ہی قدموں کے نیچے ہے۔ سحر ہو گا



کہ تم سب کچھ بھول کر اس کے دکھ میں شریک ہو جاؤ۔"

"ڈیڈ۔" وہ ان سے لگ کر رو دی۔ دونوں کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

ٹھک۔ ٹھک۔ ٹھک۔ دروازہ بجا تو وہ بمشکل اٹھا اور دروازہ کھولا مگر سامنے چھوٹی ماں اور نحیف اور کمزور سے کھڑے ابا جان کو دیکھ کر ساکت ہو گیا۔

"آپ۔" زین نے تیزی سے آگے بڑھ کر انہیں تھام لیا۔

"زین میرے بچے۔ ہمیں ضرورت ہے تمہارے سہارے کی۔" وہ پہلے پڑے زین کے چہرے کو دیکھ کر تڑپ گئے، جو پچھلے تین دن کے بخار کی وجہ سے کافی کمزور ہو گیا تھا۔

"مگر مجھے تو خود ضرورت ہے سہارے کی ابا جان۔ کیسے سہارا بن سکتا ہوں میں کسی کا۔"

"ہم اتنے عرصے سے ویرانوں کی طرح ڈھونڈ رہے ہیں تمہیں۔" انیس ابتسام اس کے ساتھ لگ کر بولے۔

"میں نے سب کو معاف کر دیا ہے۔ پلیز آپ بھی مجھے معاف کر دیں۔ آزاد چھوڑ دیں مجھے۔ مجھے میری زندگی جینے دیں۔ میں یہاں بہت سکون میں ہوں۔ زندگی میری خواہش کے عین مطابق ہے۔" وہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اگر تمہیں ہمارے ساتھ رہنا منظور نہیں تو اپنی تائی اماں کا سہارا بن جاؤ۔"

"تائی اماں۔" وہ حیران ہوا۔

"بھابھی بہت تنہا ہو گئی ہیں۔ بیٹی مل تو گئی ہے مگر معاف کرنے کو تیار نہیں۔ انہیں کچھ نہیں ملا نہ زندگی سے اور نہ رشتوں سے۔" چھوٹی ماں نے کہا تو زین نے سر جھکا لیا۔

"زین! مجھے معاف کر دو۔ اپنی گنہگار ماں کو معاف کر دو۔" عارفہ بیگم نے روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے۔

"میں نے کبھی بھی آپ کو گنہگار نہیں سمجھا اماں۔ سکندر نے جو کچھ کیا اس کے ساتھ مٹی ہو گیا۔ آپ کیوں اس کی وجہ سے شرمسار ہو رہی ہیں۔" زین نے ان کے جڑے ہاتھ تھام لیے۔

"میں نے ہر لمحہ خود کو تمہارے لیے تڑپتے دیکھا ہے زین بیٹا۔ میں نے سکندر کی موت کو دل سے قبول کر لیا ہے، مگر تمہاری جدائی میرے دل کے لیے ناقابل قبول ہے۔ وہ گھر تمہاری آمد کا منتظر ہے اور میں نے تمہیں ساتھ لے کر ہی جانا ہے۔ مجھے یقین ہے تم میرا مان نہیں توڑو گے۔" وہ بضد تھیں۔

"اماں۔"

"زین! میں تمہاری اذیت کا اندازہ کر سکتی ہوں۔ سکندر سے مجھے محبت تھی، مگر اس کی درد بھری موت کی اذیت میں اپنے دل میں محسوس کرتی ہوں، اس کا دکھ مجھے کسی پل چین نہیں لینے دیتا۔ میری عمر بھر کی پونجی تھا سکندر۔ لٹ گئی، لیکن جو خزانہ اب میرے ہاتھ لگا ہے تمہاری محبت کی صورت، وہ انمول ہے۔ اب اسے میں لٹنے نہیں دوں گی۔" وہ آنسو بھری آواز میں بولیں۔

زین نے نظریں جھکا لیں۔ وہ جانتا تھا کہ ان کو اس عمر میں جدائی کی اذیت دینا مناسب نہ تھا۔

زین نے ان دونوں کو اپنے بازوؤں میں سمو لیا۔ پھر تو وہ ان کے ساتھ لگ کر اتنا رویا کہ خود ان دونوں کو اسے سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ ان دونوں نے اللہ کے بعد قدکاڈھیروں شکر ادا کیا کہ جس کی بدولت وہ زین تک پہنچ پائے تھے۔ فہد زینت بی بی کے بھائی کا بیٹا تھا اور پولیس ڈپارٹمنٹ میں تھا۔

☆ ☆ ☆

"کہیں سکون نہیں ملا تائی اماں! اس لیے لوٹ آیا ہوں۔" تائی اماں کے گلے لگتے ہوئے اس نے اپنی ہار تسلیم کی۔



READING CORNER
http://readingcornerpk.blogspot.com/

"زین! تیرے ساتھ تیرے ماں باپ کی دعائیں تھیں۔ تو خوش قسمت ہے میرے لال۔" اسے اپنے کمزور سے بازوؤں میں چھپا کے وہ کتنی دیر روتی رہیں۔

"تائی اماں! خوش قسمت میرے جیسے ہوتے ہیں کیا۔ جو ساری زندگی ادھورے رہتے ہیں' جن کی جھولی میں صرف ناکامیاں ہوتی ہیں۔" وہ اپنے خالی ہاتھوں پر نظریں جمائے مایوسی سے بولا۔

"نہیں میرے بچے! ایسے نہیں کہتے۔ وہ رب کسی کو اس کی ہمت اور طاقت سے زیادہ نہیں آزماتا۔ اس نے تیرے حصے کی خوشیاں اپنے پاس رکھی ہوئی ہیں۔" وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے بولیں۔

وہ اداسی سے مسکرا دیا۔

وہ تائی اماں کو اپنے ساتھ لے آیا تھا اب تنہا نہیں تھیں۔ ابا جان نے زین کو بتایا کہ انہوں نے تائی اماں کے پہلے شوہر سے رابطہ کرلیا ہے اور اب ان کی بیٹی بھی جلد ہی مان جائے گی۔

"تائی اماں! ایک اقرار کرنا چاہتا ہوں۔" سر جھکا کر بات کرنے کی ہمت کی۔ کئی دفعہ ہمت باندھتا کہ تائی اماں کو اپنی شادی کے متعلق بتائے۔ پھر چپ رہ جاتا۔

"بولو میرے بچے۔"

"میں نے دعا کی محبت سے بے وفائی کی ہے۔ کسی اور سے شادی کرلی ہے۔" تائی اماں کے دل کو دھچکا تو لگا مگر فوراً ہی خود کو سنبھال لیا۔

"یہ بے وفائی نہیں ہے اللہ کی رضا میں راضی ہونا ہے۔ بہت خوشی کی بات ہے۔ کیا سب جانتے ہیں۔ بھائی جان اور بھابھی۔"

"صرف آپ کو بتا رہا ہوں۔" اس نے وہ بات جو اپنے ماں باپ سے بھی چھپا رکھی تھی۔ انہیں اپنے اوپر بیتنے والی ساری اذیت بتادی۔

"اوہ۔"

"تائی اماں! میری نہ کوئی دعا قبول ہوئی اور نہ میرے مقدر میں کوئی چمکدار سحر ہے۔ میں وہ سیاہ بخت ہوں جو بہتے دریا پر چلا جائے تو وہ بھی خشک ہوجائے۔" وہ خود سے مایوس تھا۔

"اب صرف چند قدموں پر خوشی تمہاری منتظر ہے جان۔ اب ان شاء اللہ یہ کالی رات کٹ جائے گی۔" وہ اس کا ماتھا چومتے ہوئے بولیں۔

"تو اسے منالے میرے بچے! اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔

"نہیں مانتی تائی اماں۔ بہت کوشش کی ہے۔" وہ ہار مانے بیٹھا تھا۔ "میں اسے واپس لاؤں گی۔" وہ بولیں۔

"کبھی نہیں آئے گی۔" اس نے مایوسی سے سر نفی میں ہلایا۔

"نہیں زین! عورت کا دل بہت نرم ہوتا ہے۔ وہ جس سے محبت کرتی ہے اس سے ضد تو لگا سکتی ہے مگر اس سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کرتی۔" تائی ماں نے کہا تو وہ سر ہلا کر مسکرا دیا۔

"پتا ہے زین! میں سوچ رہی تھی کہ ایک دفعہ پھر تمہیں آزمائش میں ڈالوں گی۔ اپنی دوسری بیٹی کے لیے تمہارے آگے جھولی پھیلاؤں گی۔ مگر۔" وہ افسردگی سے بولیں۔

"تائی اماں! کیا اس کی شادی نہیں ہوئی ابھی۔" زین نے پوچھا۔

"نہیں۔ تب ہی تو اپنے گھر میں تھی۔"

"اللہ بہتر کرے گا۔ اللہ نے ہر ایک کے حصے کی خوشیاں رکھی ہوتی ہیں۔ بس وقت کا انتظار صبر سے کرنا چاہیے۔"

"بے شک ایسا ہی ہے اور ان شاء اللہ تمہارے حصے کی خوشیاں بھی بہت جلد تمہارے دامن میں ہوں گی۔" وہ دعائیں دینے لگیں تو اس نے آمین کہا۔

کمرے میں آیا تو بے چینی سے سگریٹ پر سگریٹ پینے لگا۔ پھر موبائل اٹھا کر نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو۔ سحر۔" بے تابی سے پکارا۔

"جی بول رہی ہوں۔" دھیمی سی آواز کانوں میں



گونجی۔

"میں جانتا ہوں میرے جرم کو معاف کرنا آسان نہیں مگر تمہیں مجھ سے محبت بھی تو ہے۔ یاد وہ بھی میری سیاہ بختی سے ہار گئی ہے۔"

وہ خاموش رہی۔ آنسو دامن کو بھگوتے رہے۔

"سحر۔ پلیز۔"

"زین! میرے مقدر میں تو ماں کا بھی پیار نہیں تھا اور کسی نے کیا مانگا' میں نے تسلیم کرلیا ہے کہ آپ میرا مقدر نہیں ہیں۔ زبردستی میں آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوسکتی۔"

"کیا تم یہی چاہتی ہو کہ یہ رشتہ ٹوٹ جائے۔"

"میں کیا چاہتی ہوں اس بات کو چھوڑیں۔ جو آپ چاہتے ہیں وہ کریں۔ میرے ساتھ آج تک جو کچھ ہوا' کیا وہ میں نے چاہا تھا۔" اس نے روتے ہوئے فون بند کردیا۔

☼ ☼ ☼

"سحر۔ مجھے معاف کردو میں بہک گئی تھی۔ نفس کی غلام ہوگئی تھی' میں نے محبت' اعتبار' رشتے۔ سب کو رسوا کیا' لیکن ممتا کی تڑپ قدم قدم پر میرے ساتھ رہی۔ میں نے اپنی بچی کا نام تمہارے نام پر رکھا اپنے شرمندہ ممتا کے جذبے کی تسکین کے لیے' لیکن مجھے حاصل نہ ہوسکی جس رشتے کی قدر نہ کرسکی' وہ پھر بھی مجھے نصیب نہ ہوا۔" وہ بے بسی سے رو رہی تھیں۔ سحر سیٹھ ارمغان کے اصرار پر ان سے ملنے بالآخر آ ہی گئی تھی اور اب ان کے ساتھ لگ کر آنسو بہائے جارہی تھی۔

کتنا بڑا درد ان کے نام ہوا تھا۔ ان کی ممتا کی تڑپ سب کو جھلسا رہی تھی۔ کچھ درد ایسے ہوتے ہیں جن کا کوئی درماں نہیں ہوتا۔ کچھ زخم تمام عمر مندمل نہیں ہوپاتے۔

"سکون تو آپ کی اس بیٹی کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ تقدیر نے قدم قدم پر وہ چوٹ لگائی کہ یہ تسلیم کرنا پڑ رہا ہے کہ آپ کی بیٹیاں بدبخت قسمت ہیں۔"

انیس ابتسام اور عارفہ بیگم نے دونوں ماں بیٹی کو تنہا چھوڑ دیا۔

اس وقت زین کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ جب واپس آیا تو ابا جان نے بتایا کہ تمہاری تائی اماں کی بیٹی آئی ہوئی ہے۔ مل لو۔ وہ ان کی طرف آیا تو دروازے میں ہی کھڑا رہ گیا۔ اس کے قدم جیسے زمین نے جکڑ لیے تھے سحر کو وہاں دیکھ کر۔ سحر تائی اماں کی بیٹی۔

دعائے سحر۔ زین کو یاد آیا۔ یہی نام نکاح کے دن مولوی صاحب نے لیا تھا۔

"آؤ بیٹا! باہر کیوں کھڑے ہو۔ آؤ میں تمہیں اپنی بیٹی سے ملواؤں۔" تائی اماں کی نظر اس پر پڑی تو مسکراتے ہوئے اسے پکارا۔

"دعا! یہ میرا بیٹا۔ زین۔" تائی اماں کے کہنے پر وہ مڑی اور پتھر کی بن گئی۔

"آپ کا بیٹا۔"

"سحر۔" زین نے بے یقینی سے اسے پکارا۔

"زین۔ تم جانتے ہو سحر کو۔ تو کیا یہ ہی وہ سحر ہے۔" وہ بھی الجھ گئیں۔

"جی تائی اماں! یہ سحر ہے میری بیوی۔" زین نے جھٹ اقرار کیا۔

تائی اماں کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا۔ ان کے چہرے کے خوشی کے رنگ دیکھ کر سحر کچھ بول بھی نہ سکی۔

"ایک منٹ۔ میں اپنے بچوں کے لیے شکرانے کے نفل ادا کر آؤں۔" تائی اماں جان بوجھ کر درمیان سے ہٹ گئیں کہ دونوں کے درمیان موجود برف کی دیوار ان کے ایک اور رشتے کی نوید سن کر پگھل جائے۔

وہ سر جھکائے صوفے پر بیٹھی تھی۔ چہرے پر بھرپور سنجیدگی تھی۔ زین نے اس کا ہاتھ تھاما تھا مگر وہ مکمل بے نیاز تھی۔

"معاف کردو۔ پلیز۔ میری جھولی میں یہ سوچ کر خوشیاں ڈال دو کہ تم میرے دل کی خوشی ہو۔ میری زندگی کی ایک واحد سچی امید۔ بہت غلط کیا تمہارے



READING CORNER
Reading makes you more

ساتھ۔۔۔ دراصل میرے ساتھ کبھی اچھا ہوا ہی نہیں جو میں کسی کے ساتھ اچھا کرتا۔"

"زین۔۔۔" وہ خود پر قابو نہ رکھ سکی اور اس سے لگ کر روتی چلی گئی۔ خود زین کے آنسو اس کے بالوں میں گر رہے تھے۔

"بہت برا کیا ہے آپ نے میرے ساتھ۔۔۔ بہت برا۔۔۔" وہ خفگی سے بولی۔

"سحر! جرم ناقابل معافی ہو تو الفاظ لبوں پر نہیں آتے۔ اسی لیے تم سے معافی مانگنے کے بجائے اپنے رب کے سامنے گڑگڑاتا رہا ہوں۔ یقین جانو میں نے الدنیا" وہ سب نہیں کیا تھا۔" وہ اس کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"اللہ کو منانا یقیناً آسان ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو معاف بھی کر دیتا ہے۔ لیکن زین! بندوں کے درمیان حساب کتاب، بہرحال بندوں کے درمیان ہی ہوتا ہے میرا اور آپ کا حساب کتاب ابھی باقی ہے۔" وہ نظریں ملائے بنا بولی۔

"ہر حساب کتاب کے لیے تیار ہوں۔ بہت ندامت اور شرمندگی ہے میرے دامن میں۔ بنا حساب لیے تو مجھے بھی سکون نہیں ملے گا۔"

"زین میں بہت تھک گئی ہوں۔" وہ رو پڑی۔ زین نے اس کے گرد اپنے بازوؤں کا گھیرا اور مضبوط کر ڈالا۔

تائی اماں نے اندر آنے سے پہلے گلا صاف کر کے اپنے آنے کا اشارہ دیا۔ وہ جلدی سے الگ ہوئی۔ ان کے شاداب چہرے تائی اماں کے دل کا گلشن مہکا گئے۔

فوراً" ان دونوں پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکی۔ ڈھیروں دعائیں دیں۔

زین اسے ابا جان اور چھوٹی ماں کی طرف لے آیا۔

"زین بیٹا۔ اللہ نے بہت کرم کر دیا ہے۔" باز زین کو گلے لگا کر بولے۔

"اب وقت ضائع مت کرو۔ اپنے حصے کی خوشیاں وصول کرو۔"

"ابا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔۔۔ بس تھوڑا وقت لگے گا سیٹ ہونے میں۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ مسکرایا۔

"میری جان۔۔۔ میری زندگی کی ایک ہی خواہش باقی ہے کہ میں اپنے بیٹے کے چہرے پہ سکون اور بھرپور خوشی دیکھ سکوں۔ بہت دکھ ملے ہیں تمہیں۔۔۔ اب ایک ہی صورت میں سکون میں پا سکوں گا' جب اپنے بیٹے کی زندگی میں خوشیاں دیکھوں گا۔" ان کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔

"بہت پیاری بچی ہے۔ مجھے اس میں دوسری دعا کا چہرہ نظر آیا ہے اور وہ تمہاری تائی اماں کی بھی دل کی تمنا ہے۔ ان کا سکون ہے' جو ان کی دعا کے ساتھ ہی کھو گیا تھا۔"

زین نے مسکرا کے ان کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں سے لگا لیے۔

"جاؤ میری بیٹی کو اس کے گھر چھوڑ کر آؤ۔" آنسوؤں نے سحر کو اپنی ماں سے ملنے بھیجا تھا اور وہ زین کے ساتھ لوٹ رہی تھی۔ جب ساری بات ان کے گوش گزار کی گئی تو انہوں نے زین کو گلے لگا لیا۔

سکون کی ایک لہر نے ان کے پورے وجود کا احاطہ کر لیا۔

☆ ☆ ☆

اگلے دن سب تائی اماں سمیت اسے لینے پہنچ گئے۔ اماں نے اس کے لیے جلدی جلدی جو ہو سکا خرید ڈالا۔ سیٹھ ارمغانی کے چہرے پر خوشی تھی۔

"سیٹھ صاحب ہم سحر کو اپنی بیٹی بنا کر لے جا رہے ہیں۔۔۔ خواب میں بھی آپ اسے یاد کریں گے تو ہم اسے آپ کے پاس بھیج دیں گے۔" چھوٹی ماں سحر کو پیار کرتے ہوئے بولیں۔

سیٹھ ارمغانی نم آنکھوں سے مسکرا دیے۔

وہ رات اپنے دامن میں ستاروں کی بارات لے کر آئی تھی۔ ہر طرف روشنی تھی۔ محبتوں کی بارش نے دونوں کے وجود کو بھگو دیا۔۔۔ عجیب سا سرور تھا۔ نہ



محسوسات اور جذبات کی عجیب سی دنیا تھی کہ قدم سنبھلنے لگے تھے۔

محبت کی پناہوں میں میٹھی نیند آئی۔ اذان کی آواز پر وہ اٹھا تو سحر بیڈ پر نہیں تھی۔

یہ سوچ کر کہ وہ اماں ابا کی طرف گئی ہوگی۔ زین نماز کے بعد سیدھا وہاں پہنچا' جہاں اس کے قدم پیچھے کے لڑکھڑا گئے۔ اس مٹی کے ڈھیر پہ کوئی اس سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے' ہتھیلیوں کو آنسوؤں کی برسات سے بھگو رہا تھا۔ کون تھا۔۔۔ وہ الجھا۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور اس سائے کے سامنے آن کھڑا ہوا مگر دعا میں مگن وجود نے اس کی جانب ایک نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھا۔ زین کی سانسیں رکنے لگی تھیں۔

"سحر تم یہاں۔۔۔" زین نے حیرت سے دو قدم آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی۔ زین کو کندھے پر دباؤ محسوس ہوا تو وہ پلٹا۔ چھوٹی ماں اس کے سامنے تھیں۔ رویا رویا چہرہ۔

"اسے میں لائی تھی۔"

زین کی حفاظت میں سحر کو دے کر وہ پلٹ گئیں۔

"آپ کو برا تو نہیں لگا میں آپ سے اجازت کے بغیر گھر سے۔۔۔ نکلی۔" سحر نے پوچھا تو زین نے اسے کندھوں سے تھام لیا۔

"سحر۔۔۔ میری آدھی زندگی اس مٹی کے ڈھیر کے نیچے اور آدھی تمہاری بانہوں میں ہے۔۔۔ نہ اس سے ناراض ہو سکتا تھا۔۔۔ نہ کبھی تم سے۔۔۔ میری تو اب یہی دعا ہے کہ تم خوش رہو۔"

زین نے مسکرا کر دونوں ہاتھ اٹھائے اور جذب دل سے دعا مانگنے لگا۔

اور دعائیں تو یوں ہی منظور ہوتی ہیں۔۔۔ اس کے لیے صرف رب کا در کھٹکھٹانا پڑتا ہے۔ بے شک نوازنے والی ذات ایک ہی ہے۔ آزمائش تو وہ اپنے محبوب بندوں کے نصیب میں ہی لکھتا ہے۔

☆


پیارے بچوں کے لئے

قصص الانبیاء

تمام انبیاء علیہ السلام کے بارے میں مشتمل ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ اپنے بچوں کو پڑھانا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ حضرت محمد ﷺ کا شجرہ مفت حاصل کریں۔

قیمت -/300 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار کراچی۔ فون: 32216361